M GODS LOVE DIE YOUNG.

اور ہم سب دوستانہ محبت سے رہا کریں اور دوسروں کی بھلائی میں اپنا بھلا دیکھیں

آزادی کا راستہ

یعنی

انسانی زندگی و زندہ جماعت کا معیار

M GODS LOVE DIE YOUNG.

ضروری

ادم شرنم

آزادی کا راستہ

عرف

رہنمائی کا دعوے کرتی ہے۔ یہاں تک کہ موت پر اور اسکے بعد سب کے ساتھ جانیکا دم بھرتی ہے۔
غرضیکہ بچوں کا حقیقی رفیق۔ نوجوان کا سچا ہمراہ بوڑھوں کا اصلی عصا ہے۔ لیڈروں۔ پنڈتوں گرو
پنتوں سوسائٹیوں وغیرہ کو لیاقت و طاقت عطا کرتی ہے۔ اسکے ۱۱۶ صفحہ کے اندر کھری کھری
سیدھی سادھی باتیں درج کی گئی ہیں۔ جو کبھی پہلے نہ سنی ہوں گی مگر مفت برابر کیونکہ ۱۱۶
کی لکھائی چھپائی وغیرہ کی قیمت ۳۰ آنے لاگت ہے اور یہی قیمت رکھی گئی ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ
اجرتی اشتہار ایک بھی نہیں ہے اور اگر پسند نہ ہو تو بشرطیکہ خراب نہ کیگئی ہو ۔ ۸ یوم کے
اندر واپس کرنیپر اپنے ۳۰ واپس لے سکتے ہیں ڈاک محصول بذمہ خریدار علاوہ ہوگا ؎

ملنے کا پتہ:۔ ٹھاکر داس کالڑہ بازار مسگرا نوالہ ڈیرہ اسمعیل خان

اگر مرنا ہے۔ تو مرنا ہے! اوم شرانم پھر مرنے سے کیوں ڈرنا ہے؟

آزادی کا راستہ

عرف

انسانی زندگی و زندہ جماعت کا معیار

"جگ"

اپنی سیوگ سپتری کیشو دیوی عمر ۱۶ سال و اپنے فرزند شیو دیال ملک بی اے عمر ۲۵ سال کی یادگار میں ٹھاکر داس ولد لالہ گنیش داس کالڑہ سکنہ ڈیرہ اسمٰعیل خان نے

"تالیف کیا"

دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء



ہندو آرٹ پریس پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور میں باہتمام لالہ ٹھاکر داس پرنٹر و پبلشر چھپی

قیمت:۔ ۳ / ۶ پائی

دوم نمبر

آزادی کا راستہ

عرف

انسانی زندگی و زندہ جماعت کا معیار

"آؤ ہم سب دوستانہ محبت سے برتاؤ کریں و دوسروں کی بھلائی میں اپنا بھلا دیکھیں"

ضروری پرارتھنا

اُٹھ جاگ مسافر بھور بھئی اب رین کہاں جو سووت ہے
جو جاگت ہے سو پاوت ہے۔ جو سووت ہے سو کھووت ہے ۱
ٹک نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور اپنے رب سے دھیان لگا
یہ پریت کرن کی ریت نہیں۔ رب جاگت ہے۔ تو سووت ہے
جو کل کرنا ہے سو آج کر لے۔ جو آج کرنا ہے سو اب کر لے
جب چڑیوں نے چگ کھیت لیا۔ پھر پچھتائے کیا ہووت ہے
نادان بھگت کرنی اپنی۔ اے پاپی پاپ میں چین کہاں
جب پاپ کی گٹھڑی سیس پر دھر لی۔ پھر سیس پکڑ کیوں رووت ہے

ادم شرنم

تمہید

ل کر چشم بصیرت آپ یہ پڑھنا کتاب — قوم کی ہے اُنتی کا اِس میں نسخہ لاجواب
ری محنت دماغی کاوشوں کا ہے ثمر — بھینٹ کرتا قوم کے ہوں یاد میں لخت جگر

نیا کے اندر جہاں نظر ڈالو۔ ہر شخص خواہ وہ مرد ہے۔ یا عورت۔ جوان ہے۔ یا بوڑھا
دہ ہے۔ یا ناخواندہ۔ سنیاسی ہے۔ یا گرہستی۔ گدی پت ہے۔ یا چیلا۔ آقا ہے یا نوکر
پتی ہے۔ یا مزدور۔ آریہ ہے۔ یا سناتنی۔ بھارت کے اندر ہے۔ یا باہر۔ غرضیکہ
بھی ہے سکھ کی پراپتی کا یتن کرتا ہے۔ مگر سکھ کی بجائے اس کو دکھ ملتا ہے۔ کوئی گھر
معلوم نہیں پڑتا۔ جہاں دکھ نے کسی نہ کسی روپ میں اپنا منحوس چہرہ نہ دکھایا ہو۔
انسان کو نہ رلایا ہو۔ اس کا کارن کیا ہے۔ کام تو سکھ کے لئے کئے جاتے ہیں۔
سکھ کی بجائے دکھ پراپت ہوتا ہے۔ میری لڑکی کیشو دیوی نے ۱۶ برس کی عمر میں
ل کی پڑھائی کے علاوہ گیتا کا اعلےٰ گیان پراپت کر لیا تھا۔ اور جملہ کام سینا
نا کاڑھنا وغیرہ و دیگر امور خانہ داری اور سریشٹ گنوں کو بھی حاصل کر لیا تھا
وہ بتاریخ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۲۲ء بوقت صبح ۶ بجے بعارضہ بخار محرقہ ایک ماہ علیل رہ
ٹھیک اس وقت جبکہ اس کا ڈولا گیا تھا۔ اس جہان فانی سے چل بسی۔ اور اپنی
دت اور طاقت کو اس نے سکھوں کے لئے پراپت کیا تھا۔ استعمال نہ کر سکی۔ اور
سے زیورات سوٹ بوٹ وغیرہ یہاں چھوڑ گئی۔ اور سکھ کی بجائے دکھ کو پراپت کیا۔

دوسری مثال شانتی سروپ شیو دیال کی ہے۔ اُس نے مئی ۱۹۳۲ء میں بی۔ اے کا امتحان دیا۔ اور جولائی ۱۹۳۲ء میں فیل ہُوا۔ مگر ستمبر ۱۹۳۲ء میں غالباً امتحان کے فیل اور آئندہ ترقی کے دروازے مسدود پانے کے سبب دماغی صدمہ کے باعث بیمار اور ٹھیک ۲۵ سال کی عمر مکمل کرنے کے بعد مارچ ۱۹۳۵ء میں یہ کہہ کر کہ "لالہ جی میں مر گیا" اپنی جوت کو ایشور کی جوت کے ساتھ ملا دیا۔ ان الفاظ کے بعد ایک منٹ سے زیادہ دیر ہرگز ہرگز نہ لگائی۔ مگر اسی ایک منٹ کے اندر آخری سانس توڑنے سے پیشتر اپنے ہاتھ سے گنگا جل کا پان کیا۔ اور اپنے سر پر بھی ڈالا۔ وہ شانت سروپ ۲۵ برس کی عمر تک گرہست کے سُکھوں کو پراپت کرنے کے لیئے اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیئے دن رات محنت کرتا رہا۔ ایش اُپنشد کو کنٹھ کر رکھا تھا سنسکرت کو دسویں جماعت میں پاس کر کے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اور ساتھ ہی ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کر چکا تھا۔ سکاؤٹس کنگ سکاؤٹس کلاس فسٹ ایڈ اور ہائی جین کے امتحانات پاس کر کے تمام متعلقہ سارٹیفکیٹ بھی حاصل کر چکا تھا۔ اور بی۔ اے کلاس میں اے۔ بی میتھے میٹکس کا کورس لیا ہُوا تھا۔ ہر اُستاد۔ ماسٹر اور پرنسپل صاحبان اُس کی لیاقت۔ سداچار اور شانت سبھاؤ کی تعریف کرتے تھے مگر ہُوا کیا۔ جہاں وہ سُکھوں کے لیئے ۲۵ سال لگاتار کام کرتا رہا۔ اپنے ماسٹروں کی خوشنودی حاصل کر چکا تھا۔ وہاں سُکھ کی بجائے اُس کو دُکھ پراپت ہُوا۔

جہاں میں اپنی لڑکی کی سیوا کرنے کے لیئے جبکہ وہ بیمار تھی۔ کافی وقت نہ ملنے کی شکایت کرتا تھا۔ وہاں تین سال کے وقت ملنے پر بھی شیو دیال کو صحت نہ دلا سکا کیونکہ وہ تین سال لگاتار بیمار رہا۔ اس کا بھی کوئی سبب ہونا چاہیئے۔

یہ دُکھ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ بہار۔ گوبر کے بھونچال سے جو دُکھ ہوئے ہیں۔ اُن پر نظر ڈالی جاتی ہے مگر اس سے بھی زیادہ اور دُکھ بڑھ



...تے ہیں۔ جب دیکھتا ہوں۔ کہ بیشمار بہن بھائیوں نے بھارت ماتا کو آزاد کرنے ...نے اپنی قیمتی جانوں کو تچھ و حقیر سمجھ کر اپنی پیاری زندگیوں کو قربان کر دیا ہے۔ ...سکھ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ سکھ کی بجائے دکھ کی ماترا زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ...بی و بے روزگاری نے جڑ پکڑ لی ہے۔ اور بھارت زنجیروں سے زیادہ ...ڑا گیا ہے۔ اور اس لئے بھارت کی کشتی ڈانواں ڈول ہے۔ آخر اس کا بھی کوئی ...یب ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سوال ہر وقت اُٹھایا جاتا ہے۔ کہ آخر بھارت کا کیا ...یگا۔ اور اُن نوجوانوں کا کیا بنیگا۔ جو آئے دن خودکشی کرتے چلے جاتے ہیں:

معذرت

بندہ نہ شکتی شالی ہے۔ نہ بُدھی مان اور نہ لیکھک ہے۔ اور نہ سُدھارک۔ نہ دولت کا بل ہے۔ نہ باہو بل۔ تاہم علمی لیاقت اور دیگر طاقت کے بغیر اس کتاب کے تحریر کرنے ...جرأت و حوصلہ کیوں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو دلچسپ کس طرح بنایا گیا ہے۔ ...کا جواب صاف و سادہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ عین شباب میں جوان اپنی ...ت۔ لیاقت اور طاقت بغیر استعمال کئے اس جہان فانی سے کُوچ کئے جا رہے ...۔ اور اس طرح باشندگان بہار۔ اڑیسہ اور گوہٹہ اپنی دولت کو بنا استعمال ...از وقت موت کا اچانک شکار ہو گئے۔ اور اپنی قوم کی ترقی اور ملک کی ...دی چاہنے والے پروانے جو بیشمار بہن اور بھائیوں نے اپنی قیمتی جانوں کو ...شباب میں قربان اور شہید کر دیا ہے۔ اور جیلوں کو بھر دیا ہے۔ اور ملک اور ...کے بیشمار جانثار ایسے وقت میں جبکہ ہر طرف غربت ہی غربت چھائی ہوئی ہے۔ ...بے روزگاری نے ملک کے اندر چھاؤنی ڈالی ہے۔ خون پسینہ ایک کر کے ...ئی ہوئی دولت کو اپنی قیمتی دماغی طاقتوں کو اور بیش بہا اوقات کو قومی تعلیم و آزادی کے نام پر صرف کرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی کامیابی اور

سُکھ کی بجائے ہم سب کو ناکامیابی اور دُکھ مِل رہا ہے۔ اور اسی بات نے
اُٹھانے کے لیئے مجبور کر دیا ہے ۔

سُکھ کی پراپتی اور دُکھ سے نجات پانے کے لیئے جُملہ بھائیوں کی خدمت میں
اور اپنے مُلک کی آزادی اور قومی ترقی و تعلیمی سُدھار کے رنگ میں رنگے
مست متوالوں۔ پنہگولوں، و رہنگوں یعنی لیڈروں کی خدمت میں خصوصاً یہ چند
ویرِ پورُوک بھینٹ کرنے کی جُرأت کی ہے تاکہ جہاں میں اپنے فرض سے سبک
جاؤں۔ وہاں پر اُن کو یہ وِچار کرنے کا موقعہ دوں۔ کہ واقعی قومی روپیہ اور
اور کوششیں ٹھیک راستہ پر استعمال ہو رہی ہیں۔ یا نہیں۔ اور ہم سُکھ کی بجائے
سڑک پر تو گامزن نہیں ہو رہے ہیں۔ یہ ٹریکٹ جُملہ لیڈران و سبھا سوسائٹیاں
و دیش رہت پر یکش طور پر غور و خوض اور عمل کے لیئے ہے۔ کیونکہ میرا یقین
اس کتاب کو پڑھ کر اُن کا عمل جہاں پُورن ماشی کے چندرماں کی طرح اُن کو چمکا
وہاں پر قومی اور تعلیمی ترقی اور مُلک کی آزادی کی لہر سمندر میں جوار بھاٹا کی طرح
کے اندر اتنی اونچی اُٹھیگی۔ کہ باشندگان ہند خوش و خرم اور آزاد نظر آویں۔
گئی ہوئی دولت اور آزادی اور ادھکار اُن کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اور
فتح کے شادیانے اور نعرے سُنائی دیویں گے۔ دُکھوں کا ناش اور سُکھ
پیچھے آتے معلوم دیویں گے۔ اور یہی ایک نقطہ نگاہ سب کا ہوگا۔ جس پر کہ
سنگھٹن ہو جاوے گا ۔

ناظرین! آپ ہنس ہیں۔ ٹریکٹ کے موافق وِچاروں کو دودھ کی طرح پی
اور غلطیاں اور ناقص خیالات کو پانی سمجھ کر ترک فرما دیں گے۔ سانپ کے
منی تو لے لیویں گے۔ مگر سانپ اور اس کی زہر کو نظرانداز فرما دیں گے۔ سمندر
تو نکال لیویں گے۔ مگر کڑوا پانی وغیرہ کو چھوڑ دیویں گے۔ حاصل شدہ منی

آہنی صندوقوں میں بند نہ رکھیں گے۔ مگر ان کو اپنی اور اپنی قوم کی بھلائی کے لیئے استعمال کریں گے۔ ٹھیک ان "منی" اور موتیوں کی مانند کتاب ہذا کے عمدہ اور انمول منی و چاروں کو اپنے دل کے مقفل صندوق کے اندر بند نہ رکھکر اپنی قوم و پڑوسیوں کی بھلائی کے لیئے استعمال کریں گے۔ یعنی ان کا اپنے دائرہ کے اندر خوب پرچار کریں گے۔ تاکہ اپنے آپ کو۔ اپنے پڑوسیوں قوم و ملک کو جملہ سکھوں کے پاس میں بلوں میں ہم سبھا دیکھ سکیں۔ اور جملہ قسم کی ترقی کر کے ملک اور قوم کو آزاد کرا سکیں۔ محض اس غرض سے اور جملہ قسم کی لیاقتوں اور طاقتوں کو حاصل کر کے نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر پر اپکار کرنے کے لیئے اس چھوٹی سی کتاب کو رچنے کی جرأت کی گئی ہے۔ سو گر قبول افتد زہے عز و شرف:

آپ کا خیر خواہ

ٹھاکر داس ولد لالہ گنیش داس کالڑہ

محلہ نواں نزد کوتوالی۔ ڈیرہ اسمعیل خان۔

اوم شرنم

آزادی کا راستہ

عرف

انسانی زندگی و زندہ جماعت کا معیار

غور سے کیجئے مطالعہ چھوٹی سی پتنگ ہے یہ — لاکھ محنت اور محبت سے بنائی ہیں نے یہ
سپتر اور سپتری کی اپنی یہ نشانی تا ابد — کر دی قائم لکھدی پتنگ ہے بنائی ہیں نے
دیجئے پتنگ کو مطلب دیجئے سمجھا ذرا — خود وہ سانوں کر نہ ہو نقصان رچائی ہیں نے

دنیا کے اندر جہاں کہیں کسی وستو پر نظر پڑتی ہے۔ وہ چیز ایشوری نیم اور صانع کل کے قانون کے اندر باندھی ہوئی معلوم دیتی ہے۔ دنیا اور اس کی ہر وستو جنکو دا چیز نیم بدھ ہے۔ ان کی اپنی انفرادی یا بحیثیت کل کوئی نہ کوئی ذمہ داری موجود ہے اور ان کا وجود کسی نہ کسی مطلب کے لئے بھی ہے۔ جہاں پر وہ چیز نیم بدھ ہے۔ دنیاوی پر وہ کسی نہ کسی غرض کو بھی پورا کرتی ہے۔ اور قدرتی طور پر یہ ہر دو باتیں ہر ایک وستو کے اندر پائی جاتی ہیں۔ بلا لحاظ اس کے کہ ہم اس کو جانتے ہوں۔ یا نہیں۔

نظام شمسی پر نظر ڈالو۔ اس کا ہر ممبر خواہ سورج جو سب سے بڑا ہے۔ وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے۔ اور اپنے تیج و پرکاش سے انسان۔ جاگیرتی کو پیدا کرتا جاتا

ہے۔ اور تم کو اور اندھیرے کو ناش کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ایشوری اٹل نیم
کے مطابق ہر مخالف حالت میں بھی اپنے فرض کو ادا کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح چاند
وقت پر کانتی اور ٹھنڈک کو پردان کرتا رہتا ہے جس سے اوشدھیوں اور
بنسپتیوں کی رچنا و بڑھی سے سرشٹی کی پالنا لالنا ہوتی رہتی ہے۔ دوبارہ ان
سیاروں اور ستاروں پر بحیثیت مجموعی کل نظر ڈالنے سے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ
وہ اس اعتدال اور ہارمنی سے ایک دوسرے کو کھینچے ہوئے ہیں کہ کروڑوں
اور لاکھوں میل کی دوری پر رہتے ہوئے اور گردش کرتے ہوئے بھی ہوا کے
اندر قائم ہیں۔ اور بلا لحاظ اس کے کہ نہ کوئی چھوٹا ہے۔ اور کوئی بڑا ہے۔ مگر ایک
دوسرے کو اپنی طرف زیادہ نہ کھینچکر اور ایک دوسرے کے ساتھ نہ ٹکرا کر وہ اپنے
یا کسی دوسرے کو چکنا چور نہیں کر دیتے ہیں۔ اور وہ نظام شمسی کو درہم برہم کر
دیتے ہیں۔ گویا نظام شمسی فرداً فرداً یا کلیتاً اتفاق اور پراپکار کا مجسم نمونہ ہے۔
متفقہ طور پر دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ یعنی ایشوری پریم
اور پرستنا کو پرگٹ کرتا ہے۔ ایشوری پریم اور پرستنا کا مترادف نظام شمسی ہے۔
اور اس کی تعریف یہ ہے کہ نظام شمسی کا ہر جدا جدا ممبر یا وہ بحیثیت مجموعی کل اپنے
جنوں کی ذمہ داریوں اور اپنے کاریوں اور ان کے پھلوں کی طاقتوں کے ذریعے
اور اچر جگت کو یکساں طور پر نشکام بھاو سے فائدہ پہنچاتے جاتے ہیں۔ اور
وہ بھی قائم ہیں۔ اور اپنے کسی ممبر کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ اور اگر یہی حال
ہندو قوم یا اس کے ہر ممبر کا ہوتا۔ یعنی ہندو قوم یا اس کے کسی فرد نے درست طور
پر ایشوری پریم۔ ایشور کی پرستنا اور کرپا لنا کو سمجھ لیا ہوتا۔ اور ہندو قوم کے
بڑوں نے اس قدرتی اٹل نیم کے پابند ہو کر علیحدہ علیحدہ یا بحیثیت قوم ملکر اپنے
اعمالوں کے پھلوں سے اپنی قوم کو ایشور پرائن ہو کر نشکام بھاو سے فائدہ پہنچا

رہا ہوتا۔ یعنی اپنی اندریوں اور من کو دمن کر کے پرستتا و نمرتا پوروک نشکام شمسی کی مانند لیڈروں نے خود گنوان بنکر اپنے گنوں کی ذمہ داریوں کے ذریعے اپنی اور اپنے پڑوسیوں۔ ملک و قوم کے لیئے پر اُپکار کیا ہوتا۔ ادہکارات جملہ سکھ ایشوریہ۔ دولت۔ دوست۔ بل۔ بدھی۔ لیش خود بھی حاصل کیئے ہوتے۔ اور دوسروں کو بھی حاصل کرا دیئے ہوتے اور دوسروں کی اس طرح امداد کی ہوتی۔ تو یقینی امر لازمی تھا۔ کہ قوم و ملک خوشحال اور آزاد ہو سکتے ہوتے۔ اور انہوں نے جملہ سکھوں کو پراپت کر لیا ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ سچ ہے۔ کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے "جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے"

بیشمار رسالوں سے نظام شمسی تو بلا منافع اپنے گنوں کی ذمہ داریوں سے خلق خدا یکساں طور پر فائدہ پہنچاتا چلا جاتا ہے۔ اور بغیر پہنچانے نقصان اپنے کسی ممبر کو اپنی اندرہارمنی کو بھی قائم کیئے ہوئے ہے۔ مگر بیسویں صدی کے اندر رام موہن رائے۔ سوامی دیانند۔ مہاراج تلک و لنگوٹ بند گاندھی و دیگر لیڈران کے کام کرنے کے علاوہ بیشمار لوگوں نے بھی کام کیا۔ انسانی اور مالی بیشمار قربانیاں بھی کی گئیں دھرم۔ تعلیم۔ برہمچریہ۔ سداچار۔ سودیشی قوم و سوراج کے نام پر کروڑوں قومی روپیہ خرچ کیا گیا۔ اور کیا جا رہا ہے۔ اور قومی روپے سے بیشمار سماجیں سبھا کانگرسیں اور کمیٹیاں بھی بنائی گئیں اور بنائی جا رہی ہیں۔ ان سب باتوں کو ایسا کرنے کے باوجود کیا کسی کو آتم درشن ہوا؟ کیا کسی نے سوراج حاصل کیا کیا کسی نے تجارتی اداروں کو پراپت کیا؟ یعنی تجارت کی جان کو اپنے ہاتھ میں لیا؟ کیا کسی نے سائنٹیفک صنعت و حرفت کو جاپان کی طرح سیکھ لیا حالت یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کو غیر مذاہب میں شامل ہونے کے سامان بہم پہنچا دیئے گئے اُن کی ملازمت کا دائرہ تنگ کیا گیا ہے۔ اُن کو بے روزگار و بیکار بنا دیا گیا ہے

اُن کی ماتری بھاشا چھیننے کے وسائل پیدا کر دیے گئے ہیں۔ غرضیکہ اُن کی تباہی کی سکیم جاری کر دی گئی ہے۔ اور ان کا کھلم کھلا بائیکاٹ کر دیا گیا ہے۔ سچ ہے۔ کہ ایشور کا اٹل نیم یہ ہے۔ کہ "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"

نظام شمسی اپنے کرتوں کی ذمہ داریوں سے سب کو یکساں فائدہ پہنچاتا چلا جاتا ہے۔ کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا ہے۔ اور نہ احسان جتلاتا ہے۔ اور نہ کوئی کسی قسم کی نفسانیت کرتا ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں بیشمار انسانی و مالی قربانیوں اور انتھک تگ و دو کے کرنے کے باوجود ہندو قوم کے لیڈران یہ محسوس کرتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ پھر بھی ہندو قوم کے گلے کے اندر طوق غلامی موجود ہے۔ اور یہ طوق زیادہ سخت اور مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایشوری اٹل نیم ہے۔ "جیسی کرنی ویسی بھرنی" یہ ہمارے لیڈران کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ نہ ایشور کا پریم اور نہ اس کی پرستش و کرپا لیا موجود ہے۔ یعنی طور زن نہیں ہے۔ جیسا ہم نے بویا تھا۔ ویسا ہم نے پا لیا ہے"۔

آپ ہی تو بتلا دیں۔ کہ جب نظام شمسی تو ایشور کی کرپا لتا اور پرستش کا پاتر بنا ہوا ہے۔ کیونکہ جہاں وہ دوسروں کو یکساں طور پر فائدہ پہنچاتا جاتا ہے۔ وہاں خود بھی اپنے اندر ہارمنی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ مگر ایشور کے امرت پتر اشرف المخلوق انسان یعنی بھارت کے کلیہ پرکش خواہ کوئی لیڈر ہو۔ یا انسان نے نظام شمسی کی طرح ہماری قوم کو اور ملک کو کیا کوئی فائدہ پہنچایا ہے۔ اور کیا خود بھی بچا ہوا ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا ہوتا۔ تو موجودہ بےچینی نہ ہوتی۔ اور قوم اور ملک دکھی نہ ہوتا۔ چاروں طرف سے ہاہاکار مچی ہوئی نہ ہوتی۔ لہٰذا جانچ پڑتال ضروری ہے۔ تاکہ اصلی بات معلوم ہو جاوے۔ اور اس کا علاج کیا جاوے۔

جس طرح ایک انپڑھ جاٹ بھی تخم ریزی سے پہلے عمدہ نم دار زمین و عمدہ تخم کا انتخاب و تلاش کرتا ہے۔ تاکہ وہ فصل کی عمدہ برداشت کو حاصل کر سکے۔ ملک اور قوم کی آزادی

ترقی اور سچی خوشحالی چاہنے والے بھی ان کا بیج اور ان کے بونے کے لئے عمدہ نم دار
زمین کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ اور باوجود ان سب باتوں کے سمجھنے اور چاہنے کے
ہر قوم اور ملک زیادہ غلام کیوں ہو گیا ۔ وہ غربت۔ کمزوری اور غلامی کی فولادی
زنجیروں سے زیادہ مضبوط کیوں جکڑا گیا۔ لہذا دوبارہ اس بات کو سمجھنا اور جاننا ضروری
ہے۔ کہ آزادی و سکھ کی بجائے بندھن۔ ایشوریہ کی بجائے محتاجی۔ خوشحالی کی بجائے غریبی
سچ کی بجائے جھوٹ۔ دانائی کی بجائے بیوقوفی۔ پراپکار کی بجائے خود غرضی۔ محبت و
پریم کی بجائے نفرت اور ترقی کی بجائے تنزلی۔ گیان و علم کی بجائے اگیانتا و اندھکار۔
بل کی بجائے نربلتا کیوں بڑھ گئی ہے۔ لہذا یہ ضروری معلوم دیتا ہے۔ کہ ہر چیز کو اسکی
اصلیت اور ماہیت میں جاکر اس کی تعریف کو جانچنا۔ دیکھنا اور بھالنا ہوگا۔ اور
یہ بھی دیکھنا ہوگا۔ کہ ہر ایک کام جو ہم کرنے لگے ہیں۔ یا کر رہے ہیں۔ اس کا پھل اور اس
پھل کی کوئی ذمہ داری بھی ہے۔ گھڑے کی ذمہ داری ہے۔ کہ اس کے اندر دودھ یا پانی
یا کوئی چیز بھی رکھیں۔ وہ اس کو تھامے رکھتا ہے۔ اور بوقت ضرورت اس سے وہ چیز
نکال کر استعمال کی جاتی ہے۔ جب ہم دو پیسہ کا گھڑا مول لیتے ہیں۔ وہ اگر یہی گن اس
کے اندر پاتے ہیں۔ تو اس کو مول لے لیتے ہیں۔ اور جب اس کے اندر یہ ذمہ داری یعنی گن
نہیں ہوتی۔ تو ہم مول نہیں لیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہم دیکھیں۔ کہ جو کام ہم کرتے ہیں۔ اور جس
کے لئے ہم انسانی و مالی قربانیاں کرتے ہیں۔ اور قوم کا روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ کیا اس
کی کوئی ذمہ داری بھی ہم لیتے ہیں۔ یا اس طرح خرچ کرتے ہیں جس طرح کہ ایک کہاوت
ہے۔ "مال مفت دل بے رحم"

ہندو لیڈر صاحبان اور کارکنان صاحبان ہم سے سوال پوچھیں گے۔ کہ ذمہ داری کا سوال
کیوں اٹھایا گیا۔ انہوں نے نانا پرکار کی سماجیں۔ سبھائیں۔ سیوا سمیتیاں۔ مہابیر دل۔ اور
سوراج سبھا اور کانگریس وغیرہ کھول دئے ہیں۔ بے شمار سکول۔ کالج کھول دئے ہیں

بیشمار یتیم خانے اور بیوہ آشرم کھول دئے ہیں۔ گوروکل کھول دئے گئے ہیں۔ اور لاکھوں
روپیہ سے صنعت و حرفت کا سکول بھی کھول دیا ہے۔ اور انہوں نے بھارت کو عیسائیت
سے بھی بچا لیا ہے۔ جواباً لوگ کہتے ہیں۔ کہ کروڑوں روپیہ خرچ کیا گیا۔ اور کیا جا
رہا ہے۔ لاکھوں منچلے نوجوانوں کو ترقی و آزادی کے نام پر جہاد کرایا گیا ہے۔ مگر ہوا
کیا ہے۔ آپ ہی تو لکھتے ہیں۔ کہ ملک اور قوم زیادہ غلامی کی فولادی زنجیروں میں زیادہ جکڑا
گیا ہے۔ جہالت اور ناداری کی بیڑیاں بدستور پڑی ہوئی معلوم دیتی ہیں۔ عیسائیت کا پرچار
بڑھ رہا ہے۔ مسلمان تبلیغ کا کام کرتے جاتے ہیں۔ غرضیکہ دھن۔ دولت اور نہ واپس
آنے والی قیمتی جانوں کو ضائع کر کے بھی ملک اور قوم آزاد نہیں ہوئے ہیں۔ اور قوم نے نہ
کوئی علم نہ ہنر سیکھ لیا ہے۔ نہ کسی ایجاد کا کام کو ہاتھ میں لیا ہے۔ اور نہ کوئی ایجاد کا
کام کر دکھلایا ہے۔ لیڈر صاحبان فرماتے ہیں۔ کہ ہم کیا کریں۔ ہم تو چندن کا درخت ہیں۔
اور اپنی لیاقت اور طاقت کی خوشبو کو اس طرح پھیلایا ہے۔ کہ یوروپ اور امریکہ نے
بڑے بڑے سارٹیفکیٹ انکو یعنی ہمارے لیڈروں کو دے دئے ہیں۔ اور دیتے چلے جاتے
ہیں۔ مگر یہ ہم لوگ ہی ہیں۔ کہ ہم اُن کی لیاقت و کام کی داد نہیں دیتے۔ لیڈر صاحبان
یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم لوگ کچی لکڑی کے موافق ہیں۔ کیونکہ ہم نے لیڈر صاحبان کی لیاقت
اور طاقت کے مطابق کام نہیں کیا ہے۔ اگرچہ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہم نے قوم کا
بیشمار روپیہ اُن کو دے دیا ہے۔ اور انہوں نے خرچ کر ڈالا ہے۔ اور قوم کے بے شمار
نونہال بھی قربان ہو گئے ہیں۔ قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ لیڈر صاحبان اگر چندن کے
درخت تھے۔ تو قوم جو کچی لکڑی تھی۔ وہ چندن کی خوشبو سے کیوں مہک نہیں اٹھی ہے۔
چندن کا گن ہے۔ کہ اپنے اردگرد کے درختوں کو بھی چندن کے درخت میں تبدیل کر
دے۔ ان چندن کے درختوں نے اپنی اردگرد والی کچی لکڑی روپ قوم کو کیوں چندن
نہیں بنا دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے بیشمار زر و دولت ادا کی ہے۔ اور قربانی کی

ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لیڈر صاحبان تو چندن کا درخت فرد ہیں۔ مگر قوم کچی لکڑی کی بجائے سونے کا پہاڑ ہے۔ اور یہ لیڈر صاحبان بمثل چندن کے درختان اپنی قوم بمثل سونے کے پہاڑ پر مقیم ہیں۔ مگر سونے سے تو فائدہ اُٹھا لیا گیا ہے۔ یا یوں کہیں گے۔ کہ سونے کے پہاڑ نے اپنے اوپر رہنے والے درختوں کو بڑا فائدہ پہنچا دیا ہے۔ جنہوں نے بیشمار جانی و مالی قربانیاں کر دیں۔ انکے بدلے ہندوؤں کے اندر [illegible] کی شکتیاں۔ گُن اور ذمہ داریاں اور اسی طرح سداچار۔ تعلیم و دھرم شکشا و دھرم کی شکتیاں گُن و ذمہ واریاں جنکا حصول انسان کا حق پیدائشی ہے۔ پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ اگر یہ اوصاف لیڈروں کے اندر ہوتے۔ تو ہندو اپنی جہان بن سوراج و آزادی کو حاصل کر لیتے۔ ایسا نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے لیڈروں کو کوئی کامیابی نہیں دکھائی دیتی۔ خواہ کوئی صورت ہو۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ ناقابل تلافی نقصان جانی و مالی ہو چکا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ مگر ہمیں آزادی۔ ترقی۔ خوشحالی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ یہ ہم سے دور ہی ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور تعلیم کے نام پر روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ مگر وہ تعلیم بے روزگاری پیدا کرتی جاتی ہے۔ اور ناقص ہے۔

یہاں یہ مقصود نہیں ہے۔ کہ لوگ لیڈر صاحبان پر کوئی الزام لگا دیں۔ یا ان پر کسی لالچی کا آروپن کریں۔ اور نہ یہ مطلب ہے۔ کہ لیڈر صاحبان لوگوں کو کم و بیش سُنا دیں۔ ہر دو کا مدعا یہ ہے۔ کہ قوم و ملک آزاد ہو۔ قوم آتمک۔ مانسک۔ شریرک ترقی کرتی چلی جاوے۔ اور ہر طرح خوشحال اور سُکھی رہے۔ قوم روحانی ترقی کرتی رہے۔ اور سمپتی شالی ہو جاوے۔ ایشوریہ اور نیشریس حاصل کر لیوے۔

ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ لیڈر صاحبان کے اندر علمیت۔ لیاقت اور طاقت ہو۔ اور اس علمیت۔ لیاقت اور طاقت کی اتنی ذمہ داری ہو۔ کہ ان گنوں کی خوشبو لیڈروں سے آئے۔ اور جو کوئی ان کی سنگت میں آوے اُس سے بھی اسی علمیت اور لیاقت اور طاقت کی خوشبو مہک اُٹھے۔

اور وہ بھی اپنی کرتوتوں سے رنگا ہوا متوالا ملنگ ہو جاوے۔ لفظوں میں ایسی باتیں نہ بیان کی جاویں۔ بلکہ اُن کا ہر ایک عمل اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتا جاوے۔ سچ ہے۔ "خوشبو آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

لیڈر صاحبان، سادھو، سنت، مہاتما جو کوئی بھی ہوں۔ خواہ وہ گورنمنٹ کا تعاون کر کے ملک اور قوم کو سُکھی بنانا چاہیں۔ خواہ وہ نا جوڑ تعاون، سول نافرمانی، عدم تشدد، شانتی مئی جنگ وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو سُکھی بنانا چاہیں۔ یا سب کو استعمال کر کے سنگٹھن کرنا چاہیں۔ اور اہنسا پرمو دھرما کے اصول کے پابند ہوں۔ خواہ وہ مندروں، گوردواروں، مسجدوں، گرجوں کے مالک ہوں۔ یا پہاڑوں کی کندروں اور جنگلوں کے اندر بود و باش کرنے والے ہوں۔ کوئی لیڈر ہوں۔ یا سنت، سادھو، یوگی جو لوگوں کو سُکھی کرنا چاہتے ہوں۔ وہ مبارک ہیں۔ قوم اور ملک کو ان کی بڑی ضرورت ہے۔ مگر لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ذمہ داری ضرور ہونی چاہیئے۔ لوگوں کے آگے نت نئی تجاویز پیش کرتے ہیں جس پہ بہت روپیہ لوگوں کا خرچ ہو جاتا ہے۔ مگر بنتا بناتا کچھ نہیں۔

رام نام کا جاپ اور بھجن۔ واہگورو کا جاپ۔ گایتری منتر کا جاپ وغیرہ لوگوں کو جاپنے والے اور لوگوں کو وید اور پران کی کتھا سُنانے والے اور ملک اور قوم کو خوشحال اور سُکھی کرنے والے بزرگ کئی سُورگ باش ہو چکے ہیں۔ اور کئی سُورگ جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مگر لوگوں کے دکھ کم نہیں ہوئے۔ نہ سکھ پراپت ہوا ہے۔ ملک اور قوم نہ آزاد ہوا ہے۔ اور نہ خوشحال۔ یہی ثابت ہے کہ نان کو اپریشن، سول ڈس اوبیڈینس، ستیہ گرہ کے اندر یا اس کے

عامل معمول یا اس علم کے اندر کوئی نقص ہے۔ اس کی جانچ ہونی چاہیئے۔
ان کی ذمہ داری مقرر کرنی چاہیئے۔ اور اس طرح رام نام۔ کرشن۔ واہگ
وغیرہ کے جاپ جپانے والے عامل یا اس کے معمول یا بذاتِ خود ا
الفاظ کے اندر کوئی نقص ہے۔ لوگ ان کا جاپ جپتے ہوئے خوش نہیں
ہیں۔ اور نہ جنگل میں جاپ جپنے والے چین سے رہتے ہیں۔ ترقی بھی
کوئی نہیں ہوا۔ اور نہ انہوں نے ملک اور قوم کو سکھی اور آزاد کیا ہے
لہذا کوئی ذمہ داری ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کسی کے اندر وہ اور سراپا
شکتی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ واگیہ بل کو بدھ نہیں کیا ہے۔ کیونکہ لوگ گھر
کو چھوڑ کر سست اور کاہل بن چکے ہیں۔ اور کئی بنتے جاتے ہیں۔ انادی کال
اگنی کے تین شکتیاں اور ذمہ داریاں چلی آتی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگوں کو پرکاش و گرمی دیتی ہے اور جلا دیتی
ٹھیک اسی طرح اگنی و دیگر جملہ دیوتاؤں کی شکتیاں۔ تین ذمہ داریاں جن کو حاصل کرنا انسان کا حق پیدائ
ہے جملہ لیڈران و سوسائیٹیاں جب تک اپنے اندر پیدا نہیں کر لیتے۔ ان کو ہرگز کوئی حق نہیں کہ نا
کہ قومی روپیہ کو خرچ کریں۔ خواہ وہ مانگ کر یا بغیر مانگے حاصل کریں۔ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ان
سب کی ذمہ داری مقرر کر دیجاوے۔ کہ وہ اس طرح جمع شدہ روپیہ کو محض مذکورہ بالا شکتیوں
و ذمہ داریوں کے حصول کیلئے صرف کریں۔ اور پھر ان حاصل شدہ شکتیوں کے ذریعہ صرف شدہ روپیہ کو واپس حاصل
کر لیویں۔ اور ثابت کریں۔ کہ دان کا دیا ہوا روپیہ کم نہیں ہوا ہے۔ بلکہ بڑھ رہا ہے۔ مگر موجودہ حیثیت اس کے
برعکس ہے۔ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ سب کی ذمہ داری مقرر کر دیجاوے۔

سادھو سنت۔ مہنت۔ گدی پت وغیرہ جو ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے اسے اچار۔ ودیا۔ رام نام و
واہگورو و گائتری منتر کا جاپ بھگتی وغیرہ کا پرچار کرتے ہیں اور پبلک کا روپیہ دان میں لیتے ہیں۔ آخر
کرتے ہیں۔ وہ مبارک ہیں۔ کیونکہ وہ اس طرح تقریباً ایک صدی سے ادبا کر رہے ہیں۔ اور اس سے دکھ کم ہونے کی بجائے
بڑھ گئے ہیں۔ ملک و قوم خوشحال و آزاد ہونے کی بجائے زیادہ غلام ہو گئے ہیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا ذمہ
داریوں کے بغیر کام کرتے رہتے ہیں۔ لہذا لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ان کی ذمہ داری مقرر کیجاوے۔ اور ان کو

اعلان کر دیا جاوے۔ کہ ملک و قوم کو دکھوں سے اس طرح چھٹکارا
دلویں جس طرح کنول پھول پانی میں رہتا ہوا بھی نرلیپ ہوتا ہے۔
لوگ دنیاداری کے اندر رہیں۔ مگر سکھ پور وک نرلیپ رہیں۔ لوگ یہ
نہیں چاہتے۔ کہ سادھو بابا بن کر جنگل میں بھاگ جائیں۔ اور کاہلی و غیر
ذمہ دارانہ زندگی بسر کریں۔ کیونکہ ان میں یا ان کے طریقہ جاپ میں یا
جپنے والوں میں کوئی نقص ہے   اور رام نام یا واہگورو کے محض جاپ
سے لوگوں کا دکھوں سے چھٹکارہ نہیں ہوا ہے۔ قوم اور ملک
خوشحال نہیں ہوا ہے۔ میرا کسی کی عیب جوئی کرنے اور دنگا کرنے کا
مقصد نہیں ہے۔ میرا جتلانے کا مدعا یہ ہے۔ کہ واہگورو کی
کوئی ذمہ داری مقرر کی جاوے۔ تاکہ واہگورو پر زور دینے
والے اپنے اعمال سے واہگورو کو سیدھ کرکے دکھلا دیں۔ ورنہ
ان کے اندر کوئی نقص ہے۔ جہاں کوئی نقص ہو۔ اس کو دور کر دیا
جاوے۔ یا اس طریقہ سے لوگوں کے مال و دولت کو نہ لوٹا جاوے
اور نہ انسانی قیمتی جانوں کو سست اور کاہل بنایا جاوے۔
کیونکہ یہ سب اپنی حیثیت سے زیادہ کام کرکے ٹھگتے اور
قوم کو ناکامیاب بنا رہے ہیں۔ واہگورو کی شکتی تو ہے نہیں۔
مگر لوگوں کو زور و شراپ کی باتیں سنا کر ان کے پیسے صاف
کرا لیتے ہیں۔ پس لفظ رام نام واہگورو کی تعریف کی ضرورت
ہے۔ ان ناموں کے جپنے والوں کی تعریف کی ضرورت ہے۔
اور ان ہر دو کی ذمہ داریوں کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اور
واہگورو اور رام نام کے جاپ جپنے والوں کی تعریف کی ضرورت ہے

تاکہ ہر ایک کی ذمہ داری مقرر کی جاوے۔ اور اگر کوئی اس ذمہ داری کے مطابق کام نہ کرے۔ تو اس کے واسطے کسی سزا کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ غیر ذمہ دار اشخاص ثابت ہوتے ہیں اس قسم کی صاف صاف تحریر سے میرا مدعا ہرگز ہرگز کسی کو برا بھلا کہنے کا نہیں ہے۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے۔ کہ جہاں کہیں غلطی ہو۔ اس کا سدھار ہو۔ تاکہ ملک اور قوم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔ اور لوگ حقیقی سکھ پراپت کر سکیں۔

ٹھیک اسی طرح سوراج چاہنے والے برہم چریہ سکھانے والے والے۔ تعلیم دینے والے برہمنوں۔ کھتریوں یا ویشوں کا کام سکھانے والے ان سب کی برہم چریہ۔ تعلیم۔ برہمن۔ کھتری وغیرہ کی بھی تعریف سے ہونی چاہیئے۔ اور اگر کوئی بھی ان تعریفوں کے مطابق عمل نہ کرے یعنی اگر اس کی ذمہ واری نہ ہو۔ تو وہ گمراہ کن اور غیر ذمہ دار سمجھے جاویں۔ اور اس کو کسی قسم کی سزا کا مستوجب بھی قرار دیا جانا چاہیئے کیونکہ اس کی کوئی ذمہ واری نہیں رہی ہے۔ یہ سزا برادری کی طرف سے مقرر کی جانی چاہیئے۔ کیونکہ پبلک کا روپیہ خرچ کرنے والے اصحاب پبلک کے سامنے جواب دہ اور ذمہ وار ہونے چاہیں۔ جو دھارمک۔ پولیٹکل۔ سوشل یا دیگر سیوک سمتیاں وغیرہ منڈلیاں سبھائیں اور سوسائٹیاں ہیں۔ جو ملک اور قوم کے دان پر چلتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آنکھ کس کام کی ہے۔ جو دیکھ نہیں سکتی۔ کان کس کام کا جو سن نہیں سکتا۔ سورج کس کام کا ہے۔ جو تیج اور پرکاش نہیں

دے سکتا ہے۔ اسی طرح سبھائیں اور سوسائٹیاں جس کام
کی ہیں۔ جس سے ملک اور قوم کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یعنی اگر
ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو انسانی اور مالی قربانی کرنے
والی سوسائٹیوں کی ذمہ داری ہونی چاہیئے۔ اب مقرر کردیا ہے
لوگ یہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ دان پر چلنے والی سوسائٹیاں
دان کے روپیہ کو اس طرح استعمال کریں۔ جس سے کوئی ایجاد
کام یا ایجاد کرنے والا کام حاصل ہو۔ خواہ وہ دھارمک ہو۔
یا پولیٹکل۔ قوم کو اس دھن سے وہ کام سکھلایا جاوے
جس کام سے کام کے کرنے والے کو بھی فائدہ ہو۔ اور اسی کام
سے ملک اور قوم کی بھی ترقی ہو۔ اور قوم کا گزر بھی ہوسکے
زمین سورج کے گرد بھی گھومتی ہے۔ اور اپنے گرد بھی
ایک ہی وقت میں اپنے اور سورج کے گرد گھومنے کا کام
کرتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دان کے روپیہ سے وہ کام کئے جاویں
جس سے سوسائٹی کا مال طاقت اور لیاقت بھی بڑھے۔ اور
کام کرنے والا بھی فائدہ اٹھاوے۔ اور ملک اور قوم کو بھی
فائدہ پہنچے۔ مگر ان کی کوئی ذمہ داری مقرر نہیں ہے۔ جو اور بھی
ان کی بھی ذمہ داری مقرر کردی ہے۔ لہذا اس پر سوچنا لازمی ہے۔
یہ سب کام انسان کرتے ہیں۔ اور انسان انسانی بیج سے
آتا ہے۔ یہ سادھارن دنیاوی طریقہ ہے۔ مگر مذہبی کہتے ہیں
کہ آدمی ناک سے پیدا ہوا تھا۔ آدمی کنواری لڑکی سے پیدا
ہوا تھا۔ آدمی نظر سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہ تو طریقے ہیں کہ

دیر یہ سے انسان پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ مگر یہ عام قاعدے نہیں
ہیں۔ اور ہم خاص قاعدوں کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ اور نہ
خاص قاعدوں کو چاہتے ہیں۔ عام فہم کو کُل قاعدوں کی
ہونی چاہیئے۔ اور اِن دُنیاوی طریقوں کے مطابق انسان کا
کرتا ہے۔ اور اگر نہیں کرتا۔ تو وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں
کرتا۔ اور وہ اپنی ذمہ واری کے مطابق کام کو نہ کر کے چھوڑ دینا
چاہتا ہے۔ اور وہ بھی دان کے روپیہ سے۔ اِس لئے اس
لئے بھی کوئی سزا مقرر ہونی چاہیئے۔ ڈر اور سزا پاپ سے اور
سے کام لینے والے مطلقاً اِس دُنیا میں عام طور پر کارگر نہیں
جاتے ہیں۔ یہ کاہل لوگ کم فہم لوگوں کو ٹھگا کرتے ہیں۔ اور وہ
اپنے آپ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ اِس میں کلام نہیں ہے کہ لوگ
قوم اور ملک کو آزاد۔ خوشحال اور سُکھی دیکھنا چاہتے ہیں
اور اِس لئے ایسی علمیت۔ لیاقت اور طاقت حاصل کرنا
چاہتے ہیں۔ جس کے وسیلے سے یہ سب کچھ حاصل کر سکیں۔
اِن کے حاصل کرنے والے کس طرح کے اِنسان ہوں۔ اور وہ
کیسے بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ اِس کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم
دیتا ہے۔ تعلیم۔ برہم چریہ۔ اور قوم اور مُلک کے نام پر بھی
روپیہ اِکٹھا کیا جاتا ہے۔ اور خرچ کیا جاتا ہے۔ تعلیم او
برہمچریہ اور اسی طرح بھگتی اور رام نام کے الفاظ کی تعریف
کرنی ضروری ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لہذا اب لفظوں کے اصطلاحی معنوں اور لُغوی معنوں

جانے اور سمجھنے کے لئے ہر لفظ کی تشریح کر دیتے ہیں۔ تاکہ مغالطہ نہ ہو۔ اور ان تشریحوں کے مطابق ذمہ واری مقرر کی جاوے:

انسان کا بیج یعنی ویریہ

سورج کے اندر گرمی اور روشنی ہے۔ چاند کے اندر کانتی اور ٹھنڈک ہے۔ جلوں کے اندر رس۔ کھیتوں کے اندر ہریاولی یا تر و تازگی۔ تلوں میں تیل۔ دودھ کے اندر مکھن۔ لکڑی کے اندر گ ہے۔ اگر سورج کی گرمی و روشنی کو اس کے اندر سے نکال ڈالیں تو وہ سورج نہ رہے گا۔ اگر چندرماں کی کانتی اور ٹھنڈک کو اس کے اندر سے نکال لیویں۔ تو وہ چاند ہی نہ کہلائے گا۔ اگر پانی کے رس کو اس کے اندر سے نکال ڈالیں۔ تو وہ جل ہی نہ رہے گا۔ اگر کھیتوں پھولوں پھلوں سے تر و تازگی و ہریاول نکال ڈالیں۔ تو وہ سبزی ہی نہ رہے گی۔ ان تلوں سے جن سے تیل نکال لیا گیا ہو وہ تل ہی نہ رہیں گے۔ اگر دودھ کے اندر سے مکھن نکال لیا گیا ہو تو وہ دودھ ہی نہ رہے گا۔ اگر لکڑی سے آگ نکال لی جاوے۔ تو لکڑی ہی قائم نہ رہیگی۔ ٹھیک اسی طرح انسانی جسم میں ویریہ یا انسانی بیج موجود نہ ہو۔ تو انسانی جسم ہی نہیں رہتا۔ ویریہ انسانی جسم کے اندر دو حالتوں میں موجود رہتا ہے۔ ایک ٹھوس اور دوسری لطیف۔ آخر یہ ہے کیا وستو

یہ ہے۔ کیا چیز۔ رشی فرمانے چلے آتے ہیں۔ کہ ٹھوس ویریہ تو سر کے کپال کے درمیان سہسر دل کنول چکر کے اندر سفید مادہ یعنی دودھ کی مانند بھرا ہوا ہے۔ اور اس کے لطیف حصہ کا سٹ ہاوس منی پور چکر تا بھی کمل ہے۔ اور وہاں سے جا کر جملہ شریر کے ذرے ذرے کے اندر موجود ہے۔ اور یہ انسانی خیالات ہیں یہ خیالات تمام جسم و اس کے جملہ نس و ناڑیاں و ہر ایک رگ و ریشہ میں موجود رہتے ہیں۔ اور یہ خیالات دماغ سے نکل نکل اس کی زبان اور اسکی دوسرے اعضائے باہر آتے رہتے ہیں اور اکثر اوقات ضائع بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی دوسری حالت ٹھوس یا ستھول ہے۔ جو انسانی دماغ یا مغز کہلاتی ہے۔ یہ سر میں کھوپری کے اندر محفوظ رہتا ہے۔ اس کے سہارے ہڈیاں)۔ اور ہڈیوں کے سہارے چربی۔ چربی کے سہارے ماس اور ماس کے سہارے خون اور خون کے سہارے رس قائم ہے اور یہ رس خوراک اور غذا سے حاصل ہوتی ہے۔

قانون قدرت نے انسانی جسم کے اندر ایک فیکٹری قائم کر دی ہے۔ ایک مشین چلا دی ہے۔ یہ مشین انسانی خوردہ نوش کو گلا کر اس کے دو حصہ بنا ڈالتی ہے۔ ایک حصہ رس کہلاتا ہے۔ دوسرا فضلہ گندگی و پیشاب۔ یہ مشین موخر الذکر کو انسانی جسم سے بذریعہ خاص دو راستہ خارج کر ڈالتی ہے۔ گویا جسم کے ایک راستہ سے پیشاب باہر پھینکا جاتا ہے۔ اور دوسرے راستے سے گندگی۔ ان دو راستوں کو تھوڑا وضاحت سے

بیان کرنا مقصود ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو اچھی طرح یاد رہے۔
اور وہ اس بات کو ہرگز ہرگز نہ بھولے۔ کہ قانون قدرت نے
ان دو راستوں کو گندگی باہر پھینکنے کے لئے عام طور پر بنایا ہے۔
اور عام طور و حالت میں گندگی باہر پھینکنے کے علاوہ دیگر کسی
کام کے لئے نہیں بنایا ہے۔ جیسا آنکھ دیکھنے کا کام دیتی ہے۔
سننے اور کھانے کا کام نہیں دیتی۔ کان سننے کا کام دیتے
ہیں۔ دیکھنے کا نہیں۔ ٹھیک دو راستے ان تیاگ کا کام دیتے
ہیں۔ اور کوئی دیگر کام نہیں دیتے۔ خاصکر لڑکوں اور تمام
انسانوں کو بخوبی ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ ان کو صاف کرنے
کے لئے جب انکو چھوا جاوے۔ تو پھر ہاتھ مٹی سے دو تین مرتبہ
دھو ڈالنے چاہیں۔ ورنہ بھول کر بھی ان کو چھوا نہ جاوے۔
ان کو ہاتھ لگانا۔ چھونا وغیرہ بیماریاں خریدنا و پیدا کرنا ہے۔
ان دو جگہوں کو بلا ضرورت ہاتھ لگانے سے بیماریاں عود کر
آتی ہیں۔ یہ بیماریوں کا گھر بن جاتے ہیں۔ بات یہ چل رہی تھی
کہ خوراک کا ایک حصہ پیشاب اور گندگی بنکر یعنی ان کو جسم
سے بذریعہ دو راستوں باہر نکال ڈالتی ہے۔ مگر خوراک کا
دوسرا حصہ رس بنجاتا ہے۔ جسمانی مشین رس سے خون۔ خون سے
ماس۔ ماس سے چربی۔ چربی سے ہڈی و ہڈی سے مجا۔ مجا سے ویریہ
اور ٹھوس ویریہ سے لطیف ویریہ من اور خیالات بنانی رہتی
ہے۔ ان خیالات کی قوت ہی من۔ بدھی۔ آتما۔ پرماتما بھی کہتے
ہیں۔ یہ خیالات یعنی ویریہ کس طرح خرچ ہوتا ہے ایک بذریعہ

محسوسات خرچ اور ضائع ہوتا رہتا ہے۔ اور دوسرا ٹھوس ویریہ کی حالت میں دماغ سے نکلکر ۲ کروڑ ناڑیوں کو چیرتا پھاڑتا اور بیشمار چھوٹی چھوٹی ناڑیوں کو تلف کرتا ہوا باہر آتا ہے۔ اور ٹھوس حالت میں جنن اندری کے ذریعہ ضائع ہوتا رہتا ہے۔ لہذا انسان کو ویریہ کی بناوٹ ومفیدپن کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔ اور کسی حالت میں بذریعہ خیالات جنن اندری ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ بیماری مفلسی و موت کا باعث ہے اور یہی ناکامیابی کا باعث ہے۔ اور یہی قوم کے بندھن اور تنزلی کا باعث ہے۔

انسان ایک چلتا پھرتا درخت ہے۔ اگر انسان اپنے بیج کو خراب نہیں کرتا۔ اور سوکھشم ویریہ کو بذریعہ آنکھ کان وغیرہ ضائع نہیں کرتا ہے۔ اور ٹھوس ویریہ کو بذریعہ جنن اندری کسی وقت۔ کسی حالت و کسی طریقہ سے ضائع نہیں ہونے دیتا ہے۔ اور اگر اس کو سر کی کھوپڑی کے اندر دماغ کی ڈبیہ میں حفاظت سے جمع کرنے لگ گیا ہے۔ اور اس کو جس بڑی بھاری مقدار میں وہ جمع کر لیتا ہے۔ اور اس بڑی بھاری مقدار کو انسانی پیدائش کے لئے استعمال کرتا ہے۔ تو اس کی نسل اسی مقدار سے وزن والی اور حجم والی ہوتی ہے۔ گویا اس کے بچے کا قد وبُت ووزن بمقدار ویریہ بڑا اور وزن دار ہوتا ہے۔ اور اگر یہ ویریہ عمدہ اور اعلیٰ اور پوتر ہے۔ تو واقعی اس کے بچے کا دماغ عمدہ اعلیٰ اور پوتر ہوگا۔ پوترتا۔ پاکیزگی۔ عمدگی۔ بردباری۔ دلیری

بہادری۔ پرُاپکار ملک اور قوم کی آزادی یہ سب گُن ویریہ کی سوکھشم حالت کا نام ہیں۔ اور جیسی سوکھشم ویریہ کی حالت ہو گی۔ یعنی اگر یہ گُن ویریہ کے اندر موجود ہوں گے۔ تو ضرور وہی گُن بچے کے دماغ میں بھی پائے جاوینگے۔ یہ گن بچے کے پیدائشی ہوں گے۔ کیونکہ داناؤں کا قول ہے۔ کہ تخم تاثیر نسل بہ نسل چلتی رہتی ہے۔

مرد و عورت کے اندر رہنے والا بیج ویریہ و رج بالترتیب کہلاتا ہے۔ مرد کی طاقت بیج اور عورت کی طاقت کو زمین بھی کہتے ہیں ؛

انسانی زندگی کا ظہور

آواگون کا ایک چکر چل رہا ہے۔ یہ دُنیا ایک گھومنے والا پہیا ہے۔ جیو آتما آنکھ کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ کان کے ذریعہ سُنتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح من و بدھی کے ذریعے اپنا پُرانا جسم چھوڑتا و نئے جسم کو دھارن کرتا ہے۔۔ پیدائش اور موت گھومنے والے پہیے کے اُوپر اور نیچے والی نقطے یا حالت ہے۔ جیو آتما۔ اِندریاں من اور بدھی کی لطیف حالت میں غلطاں اپنے کرموں کے مطابق مرتا ہے۔ اور اپنے کرموں کے انوسار نیا جسم دھارن کرتا ہے۔ یہ چکر چوراسی لاکھ جونی کا ایک گیڑا بھی کہلاتا ہے۔ اس گیڑے سے

یا چکر سے چھٹکارہ پانے کے نام کو مکتی کہتے ہیں۔ پرماتمہ آتمہ
اور مادہ اِن سب کی خاصیتوں اور خصلتوں کو نشچے اَتمک بدھی
دوارہ جاننے اور سمجھنے کو گیان وگیان کہتے ہیں۔ جب
انسان گیان وگیان کے مطابق اپنی اندریوں کو من کے اندر
اور من کو بدھی کے اندر اور بدھی کو آتمہ کے اندر اور آتمہ کو
پرماتما کے اندر روک کر اور قائم کر کے پرسن ہو جاتا ہے۔ اور
اِس پرکار پرسن چت والا انسان جب میں پن کو اپنے اندر
سے نکال کر ایشور پرائن ہو کر اپنے فرائض کو نشکام بھاؤ سے
ادا کرتا ہوا اپنی زندگی کے اندر اندر اور مرنے سے پہلے پہل اپنے
آپ کو جیون مکت بنا لیتا ہے۔ تو وہی انسان آواگون کے چکر
سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور مر کر پھر جنم نہیں لیتا۔ چونکہ انسان
اِس کے برخلاف عمل کرتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ جہالت اور اگیان
کے کارن من اور اندریوں کے وشوں میں رت ہو کر کرم پھلوں
سے پریرت ہوا انسان کرم پھلوں کے حصول اور بھوگنے کی
خواہش سے کرم کرتا ہے۔ اور تکبر اور اہنکار سے یہ کہتا ہے۔
کہ میں نے یہ کیا ہے۔ اور یہ کروں گا۔ اور اسی طرح کئی پرکار
کے خیالی قلعہ جات شیخ چلی کی طرح باندھتا ہوا اِس جہان سے
کوچ کرتا ہے۔ اور یہی خیالات اس کے دوسرے جنم کا باعث
ہوتے ہیں۔ رجوگن میں انسان کا جنم ہوا تھا۔ اس رجوگن کو دبا
کر ستوگن کا ظہور کرنا انسانی فرض ٹھہرایا گیا تھا۔ مگر ستوگن خیالی
یہ رجوگن کو قائم نہیں رکھ سکا۔ اب تو تموگن پردھان عام طور

پر نظر آ رہا ہے۔ اسی طرح اِنسان ترقی کرنے کی بجائے تنزلی کرتا جا رہا ہے۔ یہ عام طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ جب مرنے والا انسان کا جیو آتمہ اپنے اندریوں۔ من ودھی کی سوکھشم اور لطیف حالت سے پلٹ کر اِس جہان فانی سے دوسرے جہان یعنی جنم کا اپنے کئے ہوئے اعمالوں کا ٹکٹ لے لیتا ہے۔ اور اِس ٹکٹ کے مطابق دوسرا جنم لیتا ہے۔ جیو آتمہ کی سوکھشم اندریاں من اور بدھی جس میں کہ وہ مرتے وقت لپٹ ہوتا ہے۔ دراصل انسان کے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ اور اُس کے کرموں کا پھل ہے۔ یہی اُس کے خیالات ہیں۔ اور ان کے مطابق وہ دوسرا جنم لیتا ہے۔ موجودہ جنم میں اِنسان جس قسم کے کرم کرتا ہے۔ یہی کرم اُس کے دوسرے جنم کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ اور انسان اپنے ماں باپ خود پیدا کرتا ہے۔ انسان مرتے وقت اپنے اعمالوں کا ٹکٹ یعنی اپنے بنائے ہوئے ماں باپ کے پاس پہنچنے کا ٹکٹ جب لے لیتا ہے۔ تو اس ٹکٹ کے مطابق اُس کا سفر ٹھیک اُس وقت ختم ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے ماں اور باپ کا رج اور ویریہ آپس میں ملتا ہے۔ یہ رج اور ویریہ خیالات ہیں۔ طاقت ہے۔ اندریاں من اور بدھی ہیں۔ آتمہ ہے۔ پرماتمہ ہے۔ سب کچھ ہے۔ اور یہ سب کچھ مرے ہوئے انسان کا مذکورہ بالا ٹکٹ ہے۔ جو گویا مادہ کی شکل بن گیا ہے۔ اور یہ گویا مادہ عورت کے رحم کے اندر اس کی ایک نال یا انتڑی سے جڑ جاتا ہے۔ اور یہ

چھپا ہوا کیمیائی مادہ ایک بُڈبُڈے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ جیو آتما کی وہ سوکھشم حالت ہے۔ جو پھیلنا چاہتی ہے۔ یہ ستھول حالت اختیار کرنا چاہتی ہے۔ جو ستھول حالت میں حرکت کرنا چاہتی ہے۔ اور یہیں سے ستھول زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہیں سے سب کچھ نشو و نما پانے لگتا ہے۔ اول یہ بُڈبُڈا اِنسانی ہیئت اختیار کرتا ہے۔ یہ بُت سر۔ دھڑ۔ دو بازو اور دو ٹانگوں والا پُتلا بن جاتا ہے۔ پھر اِس پُتلے کے سر کے حصہ میں ناک۔ آنکھ۔ کان۔ مُنہ اور بازوؤں میں ہاتھ اور ٹانگوں میں پیر نمودار ہو آتے ہیں۔ پھر ہاتھوں اور پیروں میں اُنگلیاں اُگ آتی ہیں۔ بعد ازاں سر اور بدن پر بال اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں ناخن نکل آتے ہیں۔ ایسی صورت اختیار کرنے میں لگ بھگ چھ ماہ گذر جاتے ہیں۔ اِس وقت ایک ننھا سا بچہ بن جاتا ہے۔ مگر اس قدر سخت ہوتا ہے۔ کہ پیٹ کی آگ جس کو جٹھر اگنی کہتے ہیں۔ اور یہ جٹھر اگنی ہر قسم کے نوش و خورد کے سخت پدارتھوں کو گلا کر کے بھسم کر ڈالتی ہے مگر اس کو گلا نہیں سکتی۔ اِنسان ہوا کے بغیر ایک منٹ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ ننھا بچہ اپنے ماں کے پیٹ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی کے اندر ایک جھلی سی میں مڑھا ہوا ہوا کے بغیر محبوس ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ بدبو کو انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر یہ مل موتر میں پڑا ہوا نشو و نما حاصل کرتا ہے۔ اس کی نابھی یعنی دُنی پر ایک نال یعنی نالا ہوتی ہے۔ اور یہ نال اُس کی ماتا کی ناڑ

سے جُڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اَور وہ اِس ناڑ کے ذریعہ اپنی ماں کا خون ورس چوس چوس کر بڑا ہوتا رہتا ہے۔ اَور یہی اس کی خوراک ہوتی ہے۔ جس سے وہ نشوونما پاتا رہتا ہے۔ عام طور پر جیو کی یہ حالت نرک کی ہوتی ہے۔ یہاں اِس کا سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوتی ہیں۔ یہ اُلٹا لٹکتا ہُوا دکھی ہوتا ہے۔ رُدن کرتا ہے۔ اپنے سروپ کو آمر۔ شدھ۔ اناشی دیکھتا ہے۔ پرکرتی کے گن اس کو سنگھ دُکھ دینے والے معلوم پڑتے ہیں۔ اپنے پہلے جنموں کے کئے ہوئے کرموں اَور فعلوں کو بھی دیکھتا ہے۔ اور بد افعالی کو دوبارہ نہ کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اَور نشکام بھاو سے اپنے کرتویوں کو نہ کرنے کے لئے پشچاتاپ بھی کرتا ہے۔ اَور آئندہ ایشور پرائن ہو کر نشکام بھاو سے اپنے کرتویوں کو کرنے کی پرتگیا بھی کرتا ہے۔ اور پراُپکار اپنا مکھ فرض ٹھہراتا ہے۔ اور اسی حالت میں اس کو نو دس ماہ گذر جاتے ہیں۔ اور یہ عرصہ نو دس ماہ کا کئی ہزار سالوں کے برابر اُس کو محسوس ہوتا ہے۔ مگر جب اس سے چھٹکارہ پاتا ہے۔ اَور ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ تو اپنے آتمک سروپ کو انبھو کرنے کی بجائے اِندریوں کے وشیوں کا سنگی ہونے سے اندریوں کے وشیوں کو حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے۔ گویا آتمک سروپ اور پراُپکار بُھلا کر پراکرتک روپ میں مست ہو جاتا ہے۔ اَور اس کا یہ سُبھاؤ کبھی اس کو ہنساتا اَور کبھی رُلاتا ہے۔ اَور اسی سُبھاؤ سے بے بس ہو کر عمل کرتا ہے۔

یہی حضرتِ انسان ماں کے پیٹ سے باہر آکر بچّہ اور بچّہ سے لڑکا۔ لڑکے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یہی حضرتِ انسان اپنے ماں باپ کی رج وِیریہ کی تاثیر کے مطابق اور اپنی تعلیم و تربیّت سے وہ طاقت و لیاقت حاصل کرتا ہے۔ کہ وہ سُورج کی مانند خود چمکتا رہتا ہے۔ اور دوسروں کو پرکاش اور جیون دیتا رہتا ہے۔ بلب کے اندر بجلی کی کرنٹ آنے سے اندھیرا دُور ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح اِنسان جب ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ تو دنیا کے اندر بجلی کی روحانی کرنٹ کو لے آتا ہے۔ اور تاریکی دور بھاگ جاتی ہے۔ وہ لوگوں کا پراُپکار کرکے لوگوں کی مایوسی۔ آلس اور موہ۔ بندھن۔ ڈر۔ دکھ و افلاس کو دور کرتا ہے۔ کیونکہ اسی اُدیش کو اپنے ہمراہ لیکر انسان جنم لیتا ہے۔ اِسی اُودیش کی پورتی کے لیے وہ برہمچریہ کے ذریعے گیان حاصل کرنے کا پہلا سادھن اور طریقہ اختیار کرتا ہے۔

برہمچریہ

اِس جہان کے اندر بچّہ کے ظہور ہونے کے آغاز کو بیان کرتے ہوئے یہ بتلایا جا چکا ہے۔ کہ ویریہ انسانی بیج ہے۔ جس سے بچّہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف بچّہ کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ مگر یہ ایشور ہے۔ ایشوری طاقت ہے۔ اِس دُنیا کی جملہ کائنات اِس کے اندر موجود رہتی ہے۔ اور یہ انسانی خیالات ہیں۔ اسکی دو حالتیں یا قسمیں ہیں۔ ایک ٹھوس۔ دوسری سوکھشم۔ ٹھوس جو آنکھ سے بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ اور دوسری لطیف اَگیان طاقت۔ یا قوت۔ خیالات نیک چال چلن وغیرہ ہیں۔ کوئی فرماتے ہیں۔ کہ بچّہ جب پانچ چھ سال کا ہو۔ تو اسی وقت سے ویریہ کو دھارن کرتا جاوے۔ یہ اس کا برہمچریہ کہلاتا ہے۔ کوئی فرماتے ہیں۔ کہ شریر اندریوں اور من اور بُدھی کو روکنا برہمچریہ کہلاتا ہے۔ گویا شریر اندریاں۔ من اور بُدھی کو اپنا پورا پورا تابعدار بنا لیوے۔ یہ اُس کا برہمچریہ کہلاتا ہے۔ کوئی اصحاب فرماتے ہیں۔ کہ اچھا چال چلن حاصل کرنا۔ ہُنر و صنعت حاصل کرنا۔ علم حاصل کرنا۔ والدین۔ بزرگوں اور اتالیق کی تابعداری کرنا۔ نیک کاموں کو صدق دلی سے کرنا۔ شیریں کلامی۔ انکساری اور فروتنی اختیار کرنا۔ اپنے

بزرگوں کے نقش قدم چلنا۔ بڑھتا۔ ریاضی۔ پوترتا کو حاصل کرنا۔ اور ہر فالتو لمحہ کو عمدہ اوصاف حاصل کرنے میں خرچ کرنا برہمچریہ کا پالن کرنا کہلاتا ہے۔
کئی اصحاب فرماتے ہیں۔ کہ اگر چھوٹے چھوٹے بچے پانچ چھ سال کی عمر سے اپنی کومل اور صاف و پوتر۔ من۔ چت دل و دماغ پر نہ صرف یہ انکت کرتے جاویں۔ بلکہ اپنے من۔ چت۔ دل و دماغ کے اندر یہ طاقت و لیاقت حاصل کرتے جاویں۔ اور اس حاصل شدہ طاقت و لیاقت سے اپنے کرموں دوارہ یہ ثابت کرتے جاویں۔ کہ پرمیشور ایک ہے۔ وہ پرکاش مان یعنی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ وہ جوتش مان ہے اور مخلوقات۔ سورج۔ چاند۔ بجلی اور آگ کو ان کے اوصاف یعنی روشنی و گرمی عطا کرنے والا ہے۔ وہ اننت انباشی اکھنڈ ہے۔ ہماری آتما۔ ایشوری انش ہونے کی وجہ سے ہمارے شریروں اور جسموں کے تغیر و تبدل و ناش ہونے پر بھی ناش وان نہیں ہوتی ہے۔ امر ہے۔ نت ہے۔ پوتر ہے۔ نور ہے۔ اور اس لئے ہماری آتما نہ ناش ہونے والی ہے۔ ایک مقناطیسی طاقت ہے۔ جو نفرت و حقارت کو تلف کرتی ہوئی جملہ پرانی ماتر سے پریم و محبت کرتی جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری آتما محبت اور پریم کا سمندر ہے۔ اپنی برائیوں اور جملہ ملک اور دیش کے انسانوں کی برائیوں کو ناش کرتی ہوئی نیک عادتوں کو اختیار کرتی اور کرواتی چلی جا رہی ہے۔ اپنی بدچلنی اور اپنے دیش

واسیوں کی بدچلنی کو مٹاتی ہوئی خود نیک چلن اور دوسروں
بھائیوں کو نیک چلن بناتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ ملک کے
بدخواہوں کو بھی خیر خواہ بناتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ نامردوں
کو مرد بناتی جاتی ہے۔ چڑیوں کو باز اور لومڑیوں کو شیر
بناتی جاتی ہے۔ روتوں کو ہنساتی جاتی ہے۔ بے اعتمادی
اور بے اعتباری کی جگہ شردھا کا جذبہ پیدا کرتی چلی جاتی
ہے۔ بے اتفاقی کو اتفاق میں تبدیل کرتی جاتی ہے۔ کرودھ
لوبھ و موہ کو اکرودھ۔ نرلوبھ اور نرموہ کے جذبے میں بدلتی
جا رہی ہے۔ تکبر۔ کنجوسی اور بے شرمی کے جذبہ انکساری اور
فیاضی اور شرم حیا کے جذبے میں بالترتیب بدلتی چلی جاتی ہے۔
الغرض بچوں کا دل و دماغ ذہن و بدھی ایسی لیاقت و
طاقت حاصل کرتا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر نرگن کو سگن میں
بدلتا جاتا ہے۔ خواہ اس کا اپنا ہو یا اس کے دیش و سماج
کا ہو۔ ایسی لیاقت و طاقت کو حاصل کرنا برہمچریہ پالن
کرنا کہلاتا ہے۔ یعنی برہمچریہ آشرم سنیم کہلاتا ہے۔ اور یہی
ودیا کا حاصل کرنا کہلاتا ہے۔

بعض بڑھی مائیں فرماتے ہیں۔ کہ پانچ چھ سال کے
بچے ایسی طاقت و لیاقت حاصل کر لے جاویں۔ جن کے
ذریعہ وہ عمل سے بتلا دیں۔ کہ انہوں نے ایسی طاقت و لیاقت
حاصل کی ہے۔ کہ وہ اپنی اور اپنے کنبہ کی حفاظت کر سکتے
ہیں۔ اور اس کے علاوہ ۱۵ اپنے پڑوسیوں اور دیش یا بیرون

کو بھی محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ ان کو آزاد بنا سکتے ہیں۔ وہ اپنے جذبات نفسانی کو ضبط کرنے کی عادت رکھتے ہیں۔ وہ کمال درجہ کے محنتی اور جفاکش ہیں۔ اور کمال درجہ تک شستر ودیا کو حاصل کرکے اس ودیا کو اس درجہ تک استعمال کرسکتے ہیں۔ کہ جہاں جس سے وہ خود آزاد اور تندرست اور پاکیزہ رہ سکتے ہیں۔ وہاں ساتھ ساتھ اپنے پڑوسیوں ملک و قوم کو بھی تندرست اور پاکیزہ باطن اور آزاد رکھ سکتے ہیں۔ اور اسی لیاقت و طاقت کو حاصل کرنے کا نام برہمچریہ کہلاتا ہے۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ایسے بچے جہاں وہ اپنے اپنے پڑوسیوں اور ملک اور قوم کو آنے والے خطرہ سے نہ صرف آگاہ کردیویں۔ بلکہ اپنے عمل سے اپنی اپنے پڑوسیوں اور ملک اور قوم کی رہنمائی بھی کریں۔ اپنے اپنے پڑوسیوں اور ملک و قوم کی کھوئی ہوئی زر زمین۔ زن۔ آن شان کو حاصل کرلیویں۔ اور پھر ان سب حاصل شدہ کی حفاظت بھی کرلیویں۔ اور ایسی علمیت۔ لیاقت اور طاقت کو حاصل کرنے کے زمانہ کو برہمچریہ پالن کرنا کہتے ہیں۔

بعض دور اندیش اصحاب بتلاتے ہیں۔ کہ بچوں کو وہ طاقت اور لیاقت حاصل کرنی چاہیئے جسکے ذریعہ وہ پیٹ کی روٹی حاصل کرکے نہ صرف اپنی بیفکری کو حاصل کرسکیں۔ بلکہ اپنے پڑوسیوں ملک اور دیش باسیوں کو بھی بیفکری حاصل کرانے کے قابل اور سرخوان ہوں۔ اور اپنے قادر اور ذالقو

لوں کو اس طرح صرف کرنے کے قابل ہو لیا جس سے بجلی۔ آگ۔ ہوا
پانی وغیرہ دیوتاؤں کی گنوں سے دھن کما کر اپنے آپ کو محض
مالا مال نہ کریں۔ بلکہ جملہ قوم کے افراد کو بھی مالا مال کر دیویں۔ اور
ان کو مہاتما پن کا درجہ دیکر اور مالا مال و دولت مند بنا کر
عیش و عشرت حاصل کرلیویں۔ ایسی لیاقت اور طاقت کے
حاصل کرنے کو برہمچریہ کا پالن کرنا کہتے ہیں۔

بعض ویش بھگت فرماتے ہیں۔ کہ ویدانتو دی گیان سے۔
اور ویدوں کے گیان کو حاصل کر کے وید کا سُننا اور سُنانا برہمچریہ
کا پالن کرنا کہلاتا ہے۔ ویدوں کی تعلیم اور اس کے مطابق ترقی
تہذیب پورا پتی سیاست و آزادی حاصل کرنا برہمچریہ کہلاتا ہے۔
غرضیکہ مختلف سکولوں کے لوگوں کے مختلف خیالات ہیں۔
جو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ برہمچریہ کیا ہے۔ ان سموچت خیالات
کے ملاپ کو اگر مختصر لفظوں میں یوں بیان کر دیا جاوے۔ تو
غیر مناسب نہ ہوگا۔ ہر وقت ہر جگہ و ہر حالت میں اپنے
شریر۔ اندریاں۔ من اور بدھی کو آتما میں روکنا برہمچریہ ہے۔
جس سے آتما کی پربھتا ہر وقت فاتح کی طرح انسان کے
چہرہ پر نظر آوے۔ آتما راجہ اور بدھی۔ من۔ اندریاں اور
شریر سب کے سب اس کے ملازم اور تابعدار رعیت
ہوں۔ آتما جو حکم کرے۔ بلا چون و چرا اس کی تعمیل ہو۔ پس آتما
تابع شدہ شریر اندریوں من اور بدھی سے دیوتاؤں کے گنوں
واُن کی ذمہ داریوں سے ورن آشرم کے فرائض جو ویدوں اور

شاستروں میں درشن کئے ہوئے ہیں۔ کو ایشور پرائن ہو کر پراپکار کے لئے کرنا اور اپنے ملک اور دیش واسیوں سے کو لینے کی لیاقت اور طاقت کو حاصل کرنا اور اس کو عمل میں لانا برہمچریہ کا پالن کرنا کہلاتا ہے۔ پراپکار کرنا ہی آتما کی مکتی کا باعث ہوتا ہے۔ آتما مکت ہونا چاہتا ہے۔ آتما کا سوارتھ اسی میں ہے۔ کہ وہ ایشور پرائن ہو کر اور نشکام بھاؤ سے پرمارتھ کرے۔ دوسروں کا بھلا سوارتھ وش ہو کر اور لوگوں سے پراپکار کرنے کا عوضانہ لینے کی خواہش سے اگر کریگا۔ تو پھر مایا جال میں پھنس جاوے گا۔ اس کو مکتی حاصل نہ ہوگی۔ اس لئے برہمچریہ بچپن سے حاصل کرنے کا مطلب مکتی کا سادھن حاصل کرنا ہے۔ اگر مکتی پانے کیخاطر برہمچریہ کو دھارن کرے گا۔ تو وہ مکمل دماغی اور جسمانی طاقت کو حاصل کر لے گا۔ اس کو کمال درجہ کی تندرستی اور خوبصورتی حاصل ہوگی۔ اس کو غیر معمولی قوت ارادی اور قوت ذہنی نصیب ہوگی۔ اس کو کمال درجہ کی سوچنے کی اور نیک چلنی کی لیاقت حاصل ہوگی۔ دلیری اس کی جیرت افزا ہوگی۔ وہ موجدوں میں لاثانی موجد۔ ڈاکٹروں میں کمال درجہ کا ڈاکٹر۔ بہادروں میں ارجن۔ شیواجی۔ ہری سنگھ نلوہ۔ رنجیت سنگھ اور رانا پرتاپ وانجوں میں کرن ہوگا۔

غرضیکہ کوئی لڑکا یا لڑکی برہمچریہ آتما سے کمالیت اور عظمت کے درجہ تک حاصل شدہ گنوں کے ذریعہ اپنے تابع شدہ

شریر - اندریاں - من اور بدھی دوارا اپنے دیش اور دیش باسیوں کا ہر جگہ ہر وقت و ہر حالت میں نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر بھلا کرنا سیکھتا ہے - تو وہ برہمچریہ کو پالن کرنے والا کہلاتا ہے - ایسی تعلیم کو حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا برہمچریہ یا گیان حاصل کرنا کہلاتا ہے - عمل برہمچریہ اور عامل برہمچاری اور نتیجہ نجات کہلاتا ہے +

برہمچریہ کس طرح نشٹ ہوتا ہے

ویریہ جنن اندری کے ذریعہ خواہ جاگرت وحالت خواب یا تصور میں یا کسی رگڑ سے مجبوراً یا خوشی سے جانے یا انجانے جسم سے باہر آوے - تو اس طرح ویریہ سٹھول حالت میں نشٹ ہو جاتا ہے - اگر کسی کا ویریہ اس طرح ضائع ہوتا ہے - تو اس کو چاہیئے - کہ فوراً کسی بزرگ سے اپنا حال بیان کرے - اور اس کو بند کرنے کا مناسب طریقہ اختیار کرے - ورنہ وہ کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو کر موت کا شکار بن جاویگا - ویریہ بہت انمول رتن ہے - یہ آنکھ میں رہنے والا نور ہے - گالوں میں گلابی رنگت ہے - یہ آتما ہے اور طاقت ہے - یہ ایک دفعہ ضائع شدہ واپس نہیں آتا - یہ ویریہ کی سٹھول حالت ضائع ہونے کی ہے - کوئی آدمی اس راستہ میں سفر نہ کرے - اور اگر کوئی جانکر یا انجانے اس

غلط راستہ پر پڑ گیا ہو۔ تو اُس کو چھٹکارہ پانے کے لئے اپنے
شہر کے کسی بزرگ کی شرن لینی چاہیئے۔ اور اس ہونی
اژدہا سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس میں غفلت کرنا
مہلک بیماریوں کا شکار بنکر موت کے پنجہ میں گرفتار ہونے
کا باعث ہے۔ اور اس طرح اس کی موت یقینی ہے۔

دشمن کو دور سے مارنے کا جدید طریقہ یہ ہے کہ ہوائی
جہاز پر سے بم توپ اور گولی وغیرہ سے اُس کو دور سے
ہلاک کر کے بےفکری حاصل کی جاتی ہے۔ شہوتی خیالات بڑا بھاری
دشمن ہے۔ دل و دماغ کے اندر جن آدمیوں کے اندر جب کبھی
شہوتی بُرے اور بےمعنی فضول خیالات داخل ہو جائیں۔ تو ان
کو فوراً باہر نکال دینا چاہیئے مگر ایک باخبر اور ہوشیار ان خیالات
کو اپنے اندر آنے سے پیشتر باہر ہی باہر دور سے اپنے دل و
دماغ کے خیالات کو لوگوں کی بھلائی میں مصروف رکھکر
اپنے ٹھوس پوتر وچاروں کی گولی سے مار دیتا ہے۔ جب ایک
باخبر اور دانا آدمی کو پرُاپکار کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ہوتی
تو بُرے خیالات اس کے دل و دماغ کے اندر جاگزیں نہیں ہو سکتے
اور جن کے دل و دماغ کے اندر بُرے خیالات آگئے ہیں۔ تو اس
کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ ان کا سوکھشم ویریہ نشٹ ہو رہا ہے۔ خیال
سوکھشم ویریہ ہیں۔ اور ان کا بُرا استعمال ویریہ نشٹ کہلاتا ہے
بھول کر بھی اپنے دل کے اندر فضول۔ جھوٹے۔ بےفائدہ اور شہوتی
خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ ان کو جگہ دینا اپنا ویریہ

ضائع کرتا ہے۔ اپنا سوکھشم ویریہ تباہ کرتا ہے۔ اور اس طرح
ایک دفعہ ضائع شدہ ویریہ نہ کوئی حاذق حکیم و پنڈت دانا
اس کو واپس لا سکتا ہے۔

جب انسان آنکھ سے یعنی بری و شہوتی نظر سے کسی کو دیکھتا
ہے۔ تو وہ سوکھشم ویریہ کو ضائع کرتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں۔
سانپ نزدیک آکر جسم کو کاٹتا ہے۔ اور اس کا زہر دل پر اثر
کرکے اس کو مار ڈالتا ہے۔ مگر انسان کی شہوتی آنکھ دور سے
اس کے اندر زہر کو لاتی ہے۔ عورت وغیرہ کی شہوتی نظر ایک
ایسا زہر ہے۔ جو دور سے بغیر چھوئے انسان کے دل و
دماغ کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اثر اس کے
صرف موجودہ جسم کو ہی تباہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے کئی جنموں تک
یہ زہر اپنا اثر جمائے رکھتا ہے۔ اور یہ بہت خطرناک ہے۔
کیونکہ اس کے اثر سے انسان کا ویریہ اس جنم میں ضائع نہیں
ہوتا۔ بلکہ اس کے آنے والے جنموں میں اور آنے والی اولاد
میں بھی ویریہ کے ضائع کرنے کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔
یہ دوسرا طریقہ ہے۔ جس سے انسان کا ویریہ سوکھشم حالت
میں نشٹ ہوتا ہے۔ جیسے انسان کے بیرونی جسم کی خوبصورتی
اور طاقت ضائع ہو کر اس کو مانسک اور شاریرک طور
پر بیمار کر دیتی ہے۔ جن جن طریقوں سے سوکھشم ویریہ نشٹ
ہوتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ اپنے دل و دماغ کے اندر فضول، بے مطلب، برے

اَور شہوتی خیالات لانا۔

۲ - ایسے بُرے اور شہوتی خیالات کی بابت اپنے ساتھیوں سے بات چیت کرنا

۳ - ان بُرے اور شہوتی خیالات کی تکمیل اور پوری کیلئے مصمم ارادہ کرنا

۴ - اِس ارادے کے مطابق شہوت و برائی کو پورا کرنے کے لئے اندریوں کے وشیوں کا درشن کرنا۔

۵ - درشن کے بعد ان وشیوں کو سپرشن کرنا۔

۶ - پھر ان وشیوں سے اکانت میں بول چال کرنی - اور ان سے بِوہار کرنا۔

۷ - پھر ان وشیوں سے ٹھٹھ مخول - کھیل - کود وغیرہ کرنی یعنی آلسی رہنا - کوئی کام نہ کرنا - سینما - تھیٹر دیکھنا - جھوٹا بولنا - چوری کرنی وغیرہ

بعض چالاک انسان اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں - اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں - جب وہ ان سات طریقوں سے سوکھشم دیریہ کو نشٹ کرتے رہتے ہیں - اور اس طرح سوکھشم دیریہ کے نشٹ کرنے کے نام کو ایشور کی خوبصورت بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف کرنے کے نام سے منسوب کرتے ہیں - وغیرہ وغیرہ - اور یہ ناتجربہ کار بچوں کو گمراہ کرتے ہیں - ایسے خطرناک آدمیوں سے بچنا بہت ضروری ہے - باخبر، ہوشیار، دانا بچے نوجوان و بوڑھے کبھی بھول کر بھی اپنے سوکھشم دیریہ کو ان سات طریقوں سے ضائع نہیں کرتے - آٹھواں طریقہ ستھول دیریہ کو ضائع

کرنا ہے۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ انسان ان آٹھ طرح سے ویریہ کے ضائع ہونے والوں طریقوں سے پرہیز اور اجتناب کرے۔ کبھی بھول کر اور انجانے بھی ان آٹھ بیان کئے ہوئے طریقوں سے اپنے قیمتی جوہر یا اپنے آپ کو جو کبھی نہ آنیوالا ہے۔ ضائع نہ کرے۔

ان آٹھ پرکار کے طریقوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرکے اپنے کرتویوں کے پالن کرنے کے نیک خیالات سے اپنے من دل، دماغ کو بھرپور کر دے۔ گویا یہ ایک کوچ ہے۔ یہ ایک زرہ بکتر ہے۔ اس کو پہن کر اپنے کرتویوں کو نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر پالن کرے۔ یہ برہمچریہ کا پالن کرنا کہلاتا ہے۔ یہ فی زمانہ کا پاتنجل رشی کا یوگ اور تھیوری ہے۔ اس طرح اپنے کرتویہ پالن کرنا یوگ کرنا کہلاتا ہے۔ اپنے کرتویہ میں مصروف و محو ہو جانا سمادھی ہے۔ دنیا کے مہا گھور سنگرام میں اس کوچ یا زرہ بکتر کا پہننا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے کرتویہ پالن کرتے وقت دشمن کے وار کو یہ زرہ بکتر چھین بھن کر دیتا ہے۔ اور اپنے کرتویہ کو نرو گھن کامیابی کے ساتھ سماپت کراتا ہے۔ اب بات صاف معلوم پڑتی ہے۔ کہ ویریہ کے ناش ہونے والے خیالات سے بچاؤ کرکے اپنے فرائض کو نشکام بھاؤ سے پھرتا پورک پرسن چت دوسروں کے فائدہ کے لئے ایشور پرائن ہو کر مختلف لیاقتوں، طاقتوں اور خوبیوں کو حاصل کرنا برہمچریہ کہلاتا ہے۔*

ویریہ کی پختگی و عمدگی

کئی اصحاب فرماتے ہیں۔ کہ ویریہ پچیس برس سے لے کر چھتیس چالیس تک بڑھتا رہتا ہے۔ اور چالیس سے اڑتالیس سال کی عمر تک پہنچ کر پختگی حاصل کرتا ہے۔ کمہار گیلی مٹی سے برتن بناتا ہے۔ یہ مٹی پچیس برس کی عمر میں انسان کے اندر ناکافی و غیر پختگی کی حالت میں ہوتی ہے۔ چھتیس۔ چالیس برس کی عمر میں خشک مٹی کے برابر ہوتی ہے۔ اور اڑتالیس برس میں پختہ مٹی کے برابر ہوتی ہے۔ ہر انسان اپنی علمیت لیاقت و طاقت کے مطابق اور اپنی قوت ارادی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ آیا وہ پچیس سال سے آگے چھتیس یا چالیس سال کی عمر تک ویریہ کی کافی مقدار اور کافی پختگی کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس سے آگے اڑتالیس برس کی عمر تک اس کو کافی مقدار اور مکمل پختگی تک پہنچا سکتا ہے اگر وہ ایسا کرنے کے قابل ہے۔ تو ضرور اس کو کافی مقدار اور مکمل پختہ حالت میں ویریہ حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ اس کے ہونے والے بالک کا جسم کافی حجم والا۔ بجر اور لوہے کی ہڈی والا و مکمل پختہ دل و دماغ والا ہو۔ ہر برہمچاری کا فرض ہے۔ کہ بلا شرم و لحاظ فوراً اپنے گورو کو بتا دے۔ کہ وہ اپنے اندر

ویریہ دھارن کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور وہ کسی ایک طریقہ سے بھی اس کو ضائع نہیں ہونے دیگا۔ اور کسی وقت کسی جگہ اور کسی حالت میں بھی جان بوجھ کر یا انجانے اور انبوجھے اس کو ضائع نہیں ہونے دیگا۔ گرو دیو سے اس کو لگاتار اڑتالیس برس تک دھارن کرانا ویریہ کی پختگی اور پُشٹی کہلاتی ہے۔ عورت اپنے ویریہ کو ۱۶ - ۲۰ - ۲۵ سال کی عمر میں پختہ بنا لیتی ہے۔

ویریہ کی عُمدگی

اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ ویریہ پُشٹ و پختہ ہونے کے علاوہ عمدہ بھی ہیں پختہ و مکمل ویریہ کے اندر عمدگی اور اچھتا کے جراثیم بھی بھرے ہوئے ہونے چاہئیں۔ اور خصوصاً اس ویریہ کے اندر اندریوں، من، اور پران کو دمن کرنے کی طاقت ہو۔ اس ویریہ کے اندر بجلی۔ اگنی۔ جل و وایو کے ذریعہ دمن کمانے کی طاقت موجود ہو۔ اس ویریہ کے اندر اَنیشور یہ حاصل کرنے و پاپوں اور دشٹوں کو رُلانے اور سر نشیٹ جنوں کی رکھشا کرنے کی طاقت بھی موجود ہو۔ اس ویریہ کے اندر اپنے دمن و اَنیشوریہ سے نیم انوسار عمل و جان سے لگاتار نشکام بھاؤ سے ایشور پراپتی ہو کر پراُپکار کرنے کی طاقت موجود ہو۔ جس طرح ایک لائق مصور عمدہ رنگ اور عمدہ رنگوں کو عمدہ تصویر کے بنانے کے لیے ڈھونڈتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح برہمچاری اتم ویریہ کو عمدہ بنانیکی کوشش بھی کرتا ہے۔ تاکہ ہونے والے بالک کے اندر اس قسم کے

گن پائے جاویں۔

یوں تو پانچ برس کے بچہ سے لے کر بوڑھے آدمی کو خواہ وہ مرد ہو۔ یا عورت مرتے دم تک یہ گن حاصل کرنے چاہییں اسکے علاوہ ڈر۔ بدچلنی۔ غصہ۔ جہالت۔ آلس۔ لالچ۔ جھوٹ۔ چوری کرنا۔ غرور و تکبر۔ خودی۔ سخت کلامی۔ نفرت۔ خود غرضی حسد بغض۔ کینہ۔ راگ دویش و دیگر تموگن خیالات کو ترک کر دینے چاہئیں۔ اور بھول کر بھی ان کو کبھی کسی حالت۔ کسی جگہ و کسی وقت میں اپنے دل و دماغ کے اندر گھسنے نہیں دینا چاہیئے۔ ہر ایک کو چاہیئے۔ کہ وکالت بندڑنا۔ نیک چلنی۔ اپنے احساس کو ضبط ایشور و اس کی خلق سے پریم۔ سچ۔ چوری نہ کرنا۔ اہنسا۔ و فیاضی۔ فروتنی۔ شیریں کلامی۔ بے خودی۔ پرو پکار۔ پوترتا یعنی پاکیزگی۔ شرافت۔ دیانت داری۔ اتحاد۔ بھراتری بھاؤ۔ مل ورتن اور رواداری اپنے ماں باپ اور بزرگوں کی سیوا کرنے کی عادت ڈالے۔ اور اسی طرح لیش و کیرتی کو دھارن کرے۔ اور ہر طرح سمندر کی طرح گمبھیر اور بُردبار اور متحمل ثابت ہو۔ پڑوسیوں۔ دوستوں۔ قوم اور ملک سے وفاداری کرے۔

جو وقت گذر گیا۔ وہ تو ہاتھ آتا ہی نہیں۔ اس لئے اس کے پڑھتے ہی بیان شدہ برائیوں کو چھوڑ دے۔ اور نیک اوصافوں کو دھارن کر لے۔ بچہ اس لئے کرے۔ تاکہ وہ دنیاوی زندگی کی لڑائی میں شامل ہونے کے لئے ہونہار محنتی و لائق بن جاوے۔ جوان اپنی موجودہ اور ہونے والی سنتان کو سنوار سکے

اور بودھا اپنے ہونے والے ماں باپ کو ان گنوں سے
مالا مال کر دیوے۔ اور اپنا آئیندہ جنم عمدہ بنا لیوے۔

یہاں خاص کر اس بات کا ذکر ہو رہا تھا - کہ ماں باپ کو
اپنا بچہ پیدا کرنے سے پیشتر ان بُری خصلتوں کو چھوڑ دینا چاہیئے
اور نیک خصلتوں کو دھارن کر لینا چاہیئے - تاکہ تخم کے اندر
نیک گنوں کی تاثیر موجود رہے - اور عمدہ - پختہ بیج پیدا کر لیوے

ماں باپ کو کیا کرنا چاہیئے

زمین کے اندر بیج ڈال دینا
کافی نہیں ہے - اس کو پانی دینا
کھاد پہنچانا - و اُسکی رکھشا کرنی بھی لازمی ہے - ماں باپ کو چاہیئے
کہ من - وچن - کرم سے بھول کر بھی بد عملی و بد خصلتوں کو اپنے
نزدیک نہ آنے دیوے - بیان کردہ ویریہ نشٹ کرنے والے
طریقوں کو چھوڑ دیوے - اور ویریہ عمدہ و پختہ بنانے والے طریقوں
کو دل و جان سے اختیار کرے - اور دوران حمل میں بھول کر بھی
ہمبستری نہ کرے - اور ہر ممکن طریقوں سے نیک اوصافوں کو
حاصل کرنے میں مستغرق رہے - نیک کمائی سے اپنا اور اپنی
اولاد و بیوی کا پالن کرے - ناستکتا کا ناش کرے - شردھا
بھگتی و پریم سے ایشور اپاسنا کرے - وہ انادی - اننت - پرکاش
مان - جیوتی مان - اکھنڈ ہے - اور اپنی آتما کو دوسروں کی آتما
اور دوسروں کی آتما کو اپنی آتما سمجھ کر بھراتری بھاؤ سے لگاتار
پر اُپکار کرتا چلا جاوے - ٹھیک اسی طرح اس کی عورت
کو بھی شردھا اور اعتقاد سے عمل کرنا چاہیئے - علاوہ ازیں

کے بل۔ بدھی۔ محنت۔ ہمت۔ خوبصورتی۔ صحت۔ خوشمزاجی نیک سیرتی و شائستگی بڑھانے والی صاف ستھری غذا۔ پانی دہوا کا سیون کرنا چاہیئے۔ دودھ اور ان سے بنی ہوئی چیزیں اور پھلوں کا سیون کرنا زیادہ مفید ہے۔ ان کو ایسی بود و باش اختیار کرنی چاہیئے۔ اور اس کو وہ علم حاصل کرنا چاہیئے جس طرح کی وہ اپنے ہونے پیدا ہونے والے بچے کے لئے اچھا کرتی ہے۔ جو اس کے خیالات۔ من۔ بدھی۔ جسم و گیان و طاقت ہوئی۔ وہی گیان۔ علم۔ طاقت وغیرہ (۳) کے بچے کے اندر موجود ہوں گے۔ ثبوت یہ ہے۔ کہ ابھیمنیو نے چکرویوہ کا علم و طاقت ارجن سے جب کہ وہ اپنی ماتا کے بطن کے اندر تھا۔ حاصل کیا تھا۔

فرصت و بیکار لمحوں میں ہوشیار رہا کریں۔ کیونکہ ایسے وقت میں شیطان من کو چنچل کر دیتا ہے۔ اور برائیوں میں لگا دیتا ہے۔ بیکاری شیطان کی حکومت ہے۔ بیکار وقت میں شیطان جو چاہے۔ انسان کرا لیتا ہے۔ اس لئے فرصت کے وقت کو مطالعہ و علوم و فنون کے حاصل کرنے میں خرچ کرے کسی صورت میں بھی آلس۔ ندرا۔ موہ و نموگن کو نمودار نہ ہونے دے۔ کیونکہ بیکار لمحہ جات شیطان کا کارخانہ ہے۔ جس کارخانے کے اندر لمحہ بھر میں بے شمار برائیاں پیدا ہو کر انسانی خیالات کو گمراہ کر دیتی ہیں۔ اور تباہ کر دیتی ہیں۔ اسی طرح دانا معروف عورت اپنے کرموں کا نتیجہ کر لیتی ہے۔ اور

نِشچے و فیصلہ شدہ پروگرام کے مطابق عمل کرتی جاتی ہے۔ اور اپنے آپ کو باقاعدہ بنا ڈالتی ہے۔ اور موہ رُوپی بخار سے رہت ہو کر اپنے کرتویوں کو محنت۔ جانفشانی اور دل و جان سے مکمل طور پر کرتی چلی جاتی ہے۔

کرموں کے نِشچے کر لینے سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ کھشتریوں کے گُن کرم۔ سُبھاؤ اختیار کر کے اس میں دوسرے ورنوں کے کرموں میں پرورت نہیں ہوتی۔ اور وہ کھشتریوں کے کرموں کو عمل میں لانے اور ان کا سوادھیائے کرنے کے علاوہ دوسرے خیالات و کرموں کو کرنا ادھرم سمجھتی ہے۔ ایک لائن پر چلنا منظور کرتی ہے۔ تاکہ کچھ اُتم نتیجہ نکل سکے۔ گُن۔ کرم سُبھاؤ کی تقسیم کے تتوں کو سمجھ کر اپنی عقل و دل و دماغ کو گمراہ نہ کرتی ہوئی سُبھاؤک برہمن یا کھشتری یا ویش کے کرموں کی ایک لائن پر چل پڑتی ہے۔ اور اس میں قائم ہو جاتی ہے۔ تاکہ اپنے عمل کے مطابق اپنے بالک کو کھشتری یا برہمن پیدا کر سکے۔ بچہ کو رام پیدا کرے۔ کرشن پیدا کرے۔ ایک مہاپُرش پیدا کرے۔ جو بھی کرنا چاہے۔ ماں کر سکتی ہے۔ ماں ایک کارخانہ ہے۔ جو اپنے پتی سے زیادہ اُتم نمونہ کا بچہ تیار کر کے اس کے حوالے کر دیتی ہے۔ اور اس کے اندر وہ گُن اور ذمہ داری ڈال دیتی ہے۔ جس سے وہ تمام دُنیا کو ہلا سکتا ہے۔

پیدائش کے وقت بچہ کی حالت

نو دس ماہ بعد بچہ اپنی ماتا کے گربھ سے اپنے کرموں کے

مطابق جھلی سے مڑھا ہُوا اِس جہان میں باہر آتا ہے۔ وہ ننگا ہوتا ہے۔ ضعیف دناتوان ہوتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ہلانے اور رونے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا ہے۔ مگر وہ پرکاشِ دِتیج ہوتا ہے۔ جسکو دیکھکر اس کے ماں باپ دوا ختین پھولے نہیں سماتے۔ اس کی آنکھ میں ایک طاقت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ ترچھی چتون سے اپنے ماں باپ کی طرف دیکھتا ہے۔ تو ان کا دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔ گویا کہ ان کو ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گئی ہو۔ جب وہ رُوں رُوں کرتا ہے۔ تو اُس کو دودھ پلانے کے واسطے دوڑتے ہیں۔ اس کے بستر کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ کہ کہیں ٹھنڈا اور گیلا تو نہیں ہے۔ یا اس کو کوئی دیگر کشٹ تو نہیں ہے۔ یہ بچہ پرکاش مان ہوتا ہے۔ تیج دبل کا بھنڈار ہوتا ہے۔ اپنے ماں باپ کا ان کے بڑھاپے میں ایک سہارا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ سب اس سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔ جہاں ماں باپ کا بڑھاپے میں سہارا وہاں مُلک اور قوم کا ستارہ ہوتا ہے۔

ماں باپ بچے کے پرتھم گورو ہیں

فی زمانہ دنیا حیران و سراسیمہ ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر کہ پانچ سال سے کم عمر والے بچوں کی موت کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ان اموات کی تعداد کو کم کرنے کے لئے گوناگوں کی تجاویز استعمال میں لائی جا رہی ہیں۔ اس حیران کن تعداد کا ذکر کرنے کا منشا یہ ہے کہ ماں باپ بہت دکھی ہیں۔ ان کے رنج و غم کی کوئی حد نہیں ہے جب وہ اپنی ننھی ننھی اولاد کو اپنی گود سے علیحدہ ہوتے اور بچھڑتے دیکھتی ہے۔ تو ہم کو رنج والوں سے پوری پوری ہمدردی ہے۔ ان ماں باپ کو اپنے بچوں کو پیدا کرنے والے بیج یعنی ویریہ اور ان کو زندہ رکھنے کے قواعد کی طرف زیادہ متوجہ ہونا چاہیئے۔

جب ماں باپ کو اپنے بچوں کو جنم دینے و پالنے و رکھشا کرنے کے متعلق کافی علم نہیں ہے۔ تو ان کو ویدک آشرم و دھرم سے پوری بہت واقفیت کہاں! تاکہ اس علم و واقفیت سے اپنے بچوں کو منور کر دیں۔ ان کے نئے کومل دل و دماغ پر عمدہ گنوں کے سنسکار ڈال دیں۔ باوجود اس کمی کے وہ دل و جان سے اپنے بچوں کے لئے اور ان کو عمدہ لائق و طاقتور و عالم بنانے کے لئے کافی سے زیادہ قربانی کرتے ہیں۔ اور اس کو باقاعدہ طور میں عمل میں لانے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ پہلے وہ ان برائیوں کو چھوڑ دیں۔ اور

اُن نیک اوصافوں کو دھارن کرنے کے لئے اُدیسرؤ برت دھارن کریں۔ جن کا ذکر پہلے جبکہ بچّہ ماں کے بطن میں ہوتا ہے۔اور ماں باپ کو کیا کرنا چاہیئے۔ کر آئے ہیں۔ گویا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ماں اپنے نیک اقوال و نیک اعمال کا نہایت عمدہ اثر بالک کے ملائم دل و دماغ پر بخوبی بلا تکلیف ڈال سکتی ہے۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ جو ماں اپنے بچے کو جھولے میں جھولا سکتی ہے۔ وہ فی الحقیقت ساری دُنیا کو ہلا سکتی ہے۔ ایسی ماں پریم سے اور سچ بھاؤ سے۔ لاڈ کرنے سے بلا کسی تکلیف و مشقت کے اپنی آتمک شکتی سے بچے کو خواہ یوگی برہمن بنا دیوے۔ یا چکرورتی راجہ یا سیٹھ شاہوکار۔

زمانہ سلف کا ذکر ہے۔ کہ ماتاؤں میں آتمک شکتی ہوتی تھی۔ آتمک بل ہوتا تھا۔ اور اسی آتمک بل و واکیہ بل سے۔ برہم تیج کی شکتی یا کھشتر دھرم کے بل وغیرہ کو اپنے بچّوں کے اندر ڈال دیتی تھیں۔ جب بچہ کو یوگی۔ سنت۔ سادھو یا برہمن بنانا مقصود ہوتا تھا۔ تو بچوں کو لوری دے کر کامل یوگی بنا دیتی تھیں۔ اور پانچ چھ برس کی عمر تک اس کو ہمیشہ یہ اُپدیش دیا کرتی تھیں۔

سچّا برہمن کون ہے؟ ماں کا اُپدیش

اے بیٹا۔ جو تیرا نام رکھا گیا ہے۔ وہ محض تیرا کلپت نام ہے۔ یہ تیرا شریر پانچ بھوتوں سے بنا ہوا ہے۔ جو نہ تیرا ہے۔ اور نہ تو

اُس کا ہے۔ پھر تو کیوں روتا ہے۔ آتما تو نہیں روتا تھا۔ یہ آواز
آتما کے سہارے خود بخود پیدا اور پرگٹ ہوتی ہے۔ انیک پرکار
کے بھوتک گن اور ادگن تمام جملہ اندریوں میں واس کر کے
نراکار آتما کے روپ میں رہتے ہیں۔ یہ کمزور جسم وِلکھشن آتمک
شکتی کے سہارے ان جل آدی پاکر بڑھتا ہے۔ اس طرح جسم کا
بڑھنا یا ناش تیرا بڑھنا یا ناش نہیں ہے۔ تیرا یہ جسم ایک انگرکھے
پاکرتے کے سمان ہے۔ یہ پرانا ہو جاویگا۔ اس میں موہ رکھنا اور
بیوقوفی سے پریم اور پیار مت کر۔ تیری اکھنڈ۔ ابناشی۔ امر
بدھ آتما کو نشچے اور اشچے کرم اس ناش پذیر جسم میں موہ۔ مد۔ غرور
لالچ وغیرہ سے مضبوط بن کر جکڑ رہے ہیں۔ تو جیون میں
کبھی کو ماں کبھی کو لڑکا۔ کبھی کو استری کبھی کو اپنا کبھی کو پرایا سمجھتا
ہے۔ موڑکھ۔ بیوقوف۔ ایک دکھ سے رہائی اور چھٹکارہ پانے
کی خاطر دوسرے دکھوں اور کلیشوں کو سکھ سروپ اور بھوگوں
سادھن سمجھ کر اور [illegible] والے اور مفید کاریہ سمجھ کر خود بخود دنیا
ہے جس کاریہ کو سکھ سمجھ کر دکھ کے دور کرنے کا اُپائے یا ذریعہ جان
کر کرتا ہے۔ اے موڑکھ! اے بیوقوف! وہ دکھ دور کرنے
والا سکھ فی الحقیقت نہیں ہے۔ دکھ ہے۔ تم نے غلطی اور دکھ
سے سکھ مان لیا ہے۔ یہ تو درحقیقت دکھ ہی ہے۔ بیوقوف
تو عورت کو سکھ کی سامگری سمجھتا ہے۔ پر وہ تو دکھ سروپ ہی ہے۔
دیکھ موڑکھ! ماس اور ہڈیاں دیکھ پڑتی ہیں۔ تو اس کا [illegible] اور
دل کا بھلا سمجھ کر پرسن ہوتا ہے۔ پھولا نہیں سماتا۔ اسی طرح دولت

چرم سرد پ اپنی چمڑے کی آنکھوں کو پیاری پیاری چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اور کبھی ترچھی نگاہوں سے متوالا اور پاگل ہو کر پھرتا ہے۔ اور ماں کے پنڈ یعنی ستنوں کو کچ۔ حباب۔ انار وغیرہ کے نام سے پکار پکار کر آنند منا یا پھرتا ہے۔ یہ ممتا ہے۔ جو نا شوان چیز دل میں جوڑتا ہے۔ یہ ممتا جسم کے اندر ہے۔ اور ممتو یا "میں پن" ایک درخت کے مانند ہے جس کی جڑھ غرور ہے۔ تو اس کو اپنے اندر سے نکال کر پھینک دے۔ یہ میرا ہے۔ اس ممتو درخت کا تنا ہے۔ میرا گھر میرا کھیت وغیرہ اس کی شاخیں ہیں۔ میری عورت" میرا لڑکا وغیرہ" اس کے چھوٹے چھوٹے پتے ہیں۔ اور میرا آل" اور میرا دھن" اس درخت کے بڑے بڑے پتے ہیں۔ پاپ اور پن" اس کے پھول ہیں۔ سکھ اور دکھ" اس درخت کے پھل ہیں۔ جو حاصل ہوتے ہیں۔ اے مورکھ اس لئے غرور" اور میں پن" کو چھوڑ دے۔ اپنے اندر سے نکال دے جس طرح زمین پر موٹر اور موٹر کے اندر اس کا سوامی بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح تیرا شریر اس زمین پر ہے۔ اور تیرے شریر کے اندر آتما رام ہے۔ اور وہ آتما اسی طرح ہوائی جہاز کے اندر بیٹھا ہوا تو اس کا مالک ہے۔ اور ہوائی جہاز تیرا شریر ہے۔ ہوائی جہاز کا مالک تو اجر امر ہے۔ اور ہوائی جہاز تیرا جسم فانی ہے۔

۱۔ نام جو اجر۔ امر۔ ابھئے۔ نتنا ہے۔ وہ دراصل تو ہے۔ میرے اپدیش سے تو اس آتما رام کو پہچان۔ جس کے پہچاننے سے

غرور اور "تمیں بن" کی جڑھ خود بخود کٹ جاوے گی۔ یہ شریر مایا کے تین گن ست رج اور تم سے بنا ہوا ہے۔ یہ تو ناش وان ہے۔ اور یہ تو نہیں ہے۔ تو اویناشی آتما رام ہے۔ اسی طرح میرے اُپدیش سے آتما کا گیان پراپت کر۔ اور تو امر۔ اجر۔ ابھید۔ نتیا۔ شدھ۔ اننت اور اویناشی۔ انادی ہو جا۔ اپنے آتما میں پرسن ہو کر تجھے نہ بھوک ستائے گی۔ نہ پیاس۔ سکھ اور دکھ تجھے سپرش نہ کر سکیں گے۔ تو کسی طرح کا محتاج نہ رہے گا۔ تو حال مست ہو جاوے گا۔

جب لڑکا پانچ چھ سال کا ہوتا تھا۔ تو ماں سے گود میں اسی طرح کا اُپدیش حاصل کر کے تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔ نہ اس کو کھانے کے لیے اَن۔ رہنے کے لیے مکان و تن ڈھانپنے کو کپڑے وغیرہ کی ضرورت رہتی تھی۔ وہ اپنے آتما میں پرسن اور مست ہو جاتا تھا۔ آلس اور نیند اس کے نزدیک نہ پھٹکتے تھے۔ جب ماں کے اُپدیش سے چھ برس کی عمر میں تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔ تو اس بچپن کی اوستھا میں بھی نہ اس کو بھوک پیاس ستاتی تھی۔ نہ نیند اور آلس۔ اور نہ اندریوں کے وشے اس کو گھیرتے تھے۔ علاوہ اس کے اُس کو ویر کی شکتی پیدا ہو جاتی تھی۔ جس کے ذریعہ قوم کے اندر نفاق کی جگہ اتفاق۔ بے اعتباری اور بے اعتمادی کی جگہ اعتبار اور اعتماد قائم کر دیتا تھا۔ اونچ نیچ کو مٹا کر مساوات قائم کر دیتا تھا۔ غلامی کی جگہ سیاسی دماغی آزادی کا پیدا کر دیتا تھا۔ غرضیکہ اپنی ویر کی شکتی سے

اور اپنے واکیہ کی طاقت سے اپنی قوم و ملک کی ہر برائی کو
یگی میں نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر تبدیل کر دیتا تھا۔
اپنے واکیہ بل سے اگنی دیوتا۔ وایو دیوتا۔ جل دیوتا وغیرہ کو
اپنا غلام بے دام بنائے رکھتا تھا۔ اور ان سے کھشتریوں
اور ویشیوں کی سیوا کراتا تھا۔ مگر فی زمانہ کے تارک الدنیا
سنت۔ مہنت کا رویہ یہ ہے۔ کہ جب کوئی بھگت ان سے ونے پوروک
پوچھتا ہے۔ کہ آتما جو واسناؤں۔ آشاؤں۔ بھاوناؤں اور
سنکلپوں و وکلپوں میں کھیلنے والی ہے۔ اس کو ان سے علیحدہ
کرنے اور پرماتما میں لگا دینے والی آسان یکتی کیا ہے۔
جس طرح سنت۔ مہنت بلا شاہ کا فرمودہ ہے۔ کہ ...
"بھیا رب دا کی پانا۔ ایتھوں پٹنا ایتھے لانا" پرماتما
بھولے بھاؤ میں مل پڑتا ہے۔ آپ ایشور کو پراپت کرنے
کا آسان طریقہ بتائیں۔ اے سنت جی مہاراج آپ برہم
ہیں۔ آپ ایشور ہیں۔ آپ سچے پتا ہیں۔ میں آپ کا بالک
ہوں۔ اگر کپوت ہوں۔ تو بھی آپ کا بالک ہوں۔ میرے اوگنوں
کی طرف دھیان نہ دیتے ہوئے دیالو پتا جی دیا کرو۔ اور
مجھے پرمیشور سے ملانے کا آسان طریقہ بتا دیجیئے۔ میں آپ کی شرن
ہوں۔ ایسا پرشن ہونے پر سنت مہنت جی فرماتے ہیں کہ
پرمیشور کا ملنا کوئی چوتی کا کھیل ہے.. بھگت کو کرم کا منہ
میں لگانے کا اپدیش دیکر فرماتے ہیں۔ کہ پہلے کرم۔ نمت کرم
نت نیمتک کرم کرو۔ نو دھا بھگتی کرو۔ پاتنجل رشی کے یوگ

سے سادھنوں میں آروڑھ ہو جاؤ۔ گیان کے سادھن حاصل
کرو۔ دان کرو۔ یگ کرو۔ اور جب ہی تو انتش کرن شدھ
ہوگا۔ جنم جنمانتر دل کی میل دور ہوگی۔ تو آتما رام کے درشن
کیسے ہونگے۔ اور جب پہلے آتما کو انبھو نہیں کیا ہے۔ تو آتما
سے پرماتما کیسے دیکھ سکتے ہو۔ اور جب کرم کانڈی انسان
سنت مہنت جی مہاراج سے پرمیشور ملنے کا اپاؤ دریافت
کرتے ہیں۔ تو سنت جی فرماتے ہیں۔ کہ اول تن من دھن سب
کچھ گرو کے ارپن کرو اگر ان کا کچھ گرو نہیں۔ مگر ان کے ارپن
کئے بغیر نام کا اپدیش نہیں ہوگا۔ اور اگر تن من۔ دھن کے
سوال سے بالاتر ہو کر آتما کو پرماتما سے ملنے کا آسان طریقہ
دریافت کیا جاتا ہے۔ تو کرم کانڈ کا راستہ بتلاتے ہیں۔ اور
کرم کانڈ کے گورکھ دھندے میں اس کو زیادہ دھکیل دیا جاتا
ہے۔ الغرض یہ کہ پہلے سب کچھ اپنا کرا کر پھر نام کا اپدیش کرتے
ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ گیان و گیان حاصل کئے اور نامی کو
پہچانے بغیر نام جپنے سے نامی ملنے کا نہیں ہے۔

ماتا اپنے بچوں کو سچے تارک الدنیا بنا ڈالتی تھی۔ یعنی
سچا برہمن۔ سنت۔ مہنت۔ ارتھات برہم ہی بنا ڈالتی تھی۔ اور
وہ ہی برہم کی شکتی سے بلا غرضانہ نشکام بھاؤ سے ایشور
پراپت ہو کر سب لوگوں کا پالن پوشن۔ سرکشا اور رکھشا کرنا ہی اپنا
کرتویہ سمجھتے تھے۔ انصاف کراتے تھے۔ کھوئے ہوؤں کا راج
واپس دلاتے تھے۔ اور سب دیوتا اور راجہ لوگ ان سے

واکیہ بل کے تابع تھے۔ پریم - پرسنتا - اشیرباد - کھشما - اہنسا دیالتا - کرپالتا - اور وہ اور سراپ ان کی توپیں بندوقیں اور بم ہوتے تھے۔ جس سے ہر برائی کو تسخیر کرتے چلے جاتے تھے۔ یہی ان کا جبر و تشدد اور ظلم تھا۔ جس سے ہر پاپی کے پاپ کو نشٹ اور ہر کنگال کو ساہوکار وہ ہر ایک کو نہال اور اپنا مداح بناتے چلے جاتے تھے۔ اپنی درشٹی سے سب کے روگ - دکھ - درد بھے - کمتی - بدعقلی - نندرا آلس غرضیکہ ہر تموگن کو ناش کرتے چلے جاتے تھے۔ اور شاہی کا راج قائم کر تارک الدنیا کہلاتے تھے۔ اور واکیہ بل ہی ان کا بل ہوتا تھا۔ جو دکھوں کا ناش کر دیتا تھا۔

سچا کھشتری کون ہے - ماتا کا اپدیش

ماں اپنے بچے کو سچا برہمن بنانے کی بجائے اگر سچا کھشتری بنانا چاہتی - تو وہ فرض شناس ماں اور نصیحت و دوستی ماں جب کبھی بچے کو جھولنا دیتی - یا اپنی گود میں لا کر پیار کرتی یا اس کو تھپک کر سلاتی یا اٹھتے بیٹھتے جب کبھی اس کو پیار دلاتی کرتی تو اپنے پتر کو مخاطب ہو کر پیار سے امدا اپنی آتمہ کے بل کے پربھاؤ سے یوں بولتی تھی - کہ اے بیٹے! تو بڑھاپے کرتوں سے پتا کو آنند کرے اور اس کا آنند بڑھا - اپنے منزل دوستوں

اور جانی والوں کا اُدّھار کر اور دشمنوں کا ناش کر۔ اے پُتر!
تو دھنیہ ہے۔ تو خوش نصیب ہے۔ تو دشمنوں کو ہلاک کر کے
چھتر و تاج دھارن کر۔ اس پرتھوی کا پالن پوشن کر اور رکھشا
کر۔ اس طرح پالن پوشن رکھشن کرنے سے تجھے ہر طرح کا سکھ
آنند اور شانتی کی پراپتی ہو۔ اس دھرم یعنی کرم سے تجھے امر
پھل ملے۔ پرو و تہواروں کے دنوں میں تم برہمنوں کو ہر
طرح سے پرسن کرو۔ تم رشیوں منیوں۔ سنتوں کو پرسن کرو۔ اپنے
بھائیوں۔ رشتہ داروں۔ بڑے بزرگوں اور دوستوں کے منورتھوں
کو سدا اور ہر طرح سے پورا کرو۔ اور اپنے من۔ وچن اور
فعل سے اپنی بڑے بزرگوں اور دوسروں کی بھلائی کی اچھا کرو۔ اور ان
سب کی بھلائی کرو۔ پرائی عورتوں سے ہمیشہ ہر جگہ ہر حالت میں
اپنے دل و دماغ۔ من۔ اندریوں۔ اور شریر کو دور دور
ہٹائے رکھو۔ بھول کر بھی بد چلن ہرگز نہ بنو۔ اے بہادر
پُتر۔ بے شمار یگ کر کے و انواع و اقسام کے یگ کر کے
دیوتاؤں کو سدا پرسن کرو۔ برہمنوں۔ رشیوں۔ منیوں۔ سنتوں
کو ہمیشہ دکھشنا دو۔ اور ہمیشہ ان کی رکھشا کرو۔ آشرت جنوں کو
پالو۔ اور ان کو نڈر کر دو۔ اپنی عورت کو انیک پرکار کے بھوگ
یعنی وستر۔ بھوشن وغیرہ بھوگ پدارتھوں سے سکھی کرو۔
اپنے شترؤں اور دشمنوں کو یدھ سے پرسن کرو۔ اے
بیٹا! لڑکپن سے ہی اپنے بھائیوں اور بزرگوں۔ بڑے بوڑھوں
بندھوؤں کے من کو پرسن کر۔ کمار ہو کر بھی ان کی آگیا کا

پالن کرو۔ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو ہر طرح پرسن کرو۔ جوان
ہو کر اپنے کُل کی رکھشا کرنت۔ فرض شناس۔ جاگرت من والی
سوشیل لڑکی سے بیاہ کر کے اس کو پرسن کرو۔ اور بوڑھے
ہو کر بنواس میں بن جیوں کو پرسن کرو۔ راج کرتے ہوئے
دوستوں۔ متروں۔ رشتہ داروں۔ پڑوسیوں اور دیش واسیوں
کو پرسن کرو۔ اور ان سب کو آنند کرو۔ سجنوں کی رکھشا
کرتے ہوئے انواع واقسام کے بے شمار یگ کرو۔ اور
لڑائی کرتے ہوئے دشمنوں اور دُشٹوں کا ناش کرتے ہوئے
مارے جاؤ۔ ہمیشہ اپنی اور اپنی قوم اور اپنے ملک کی عزت۔ آبرو
ویش کو قائم رکھو۔ اور بڑھاؤ۔ اپنی پرجا کا پالن رکھشا کر کے
ان کو پرسن کرو۔ اسی طرح اپنے فرائض کے سرانجام دیتے ہیں
اپنے پرانوں کے تیاگ کرنے سے کبھی دریغ و کوتاہی نہ کرو۔
تو اپنے پراکرم کی جیوتی کو ہمیشہ پرکاشت کرتا رہے۔ تو ہمیشہ اپنی
کیرتی کو قائم رکھنے والا ہو۔ یہی تیرا ورت کرم ہے۔ تو اپنے
کرتویہ کے پالن میں موت سے مت ڈر۔ ہوؤں کے ناش کرنے
والے سانپ بیٹنوں سے بچ۔ دشمنوں سے اپنی آتما کی رکھشا
کر۔ اپنی صلاح کی بات باہر نہ جانے دے۔ جس طرح زمین
رکھنے کے چھیدوں سے کٹ جاتی ہے۔ اسی طرح راجہ کا ناش
محض صلاح کی بات باہر جانے سے ہو جاتا ہے۔ تاکیداً
دوبارہ کہتی ہوں۔ اپنا راز و بھید باہر نہ جانے دینا۔ ورنہ
ناش ممکن و ضروری ہے۔ بیٹا و بیٹے کا گیان رکھو۔

اپنے وزیروں و امیروں وغیرہ کے من کی پریکھشا کرتا رہے۔
اپنے دوتوں یعنی سی۔آئی۔ڈی کو ہر طرف بھیج کر اپنے دشمنوں
کا پتہ لگاتا رہے۔ خاص خاص موقعوں پر اپنے منتریوں و بھائیوں
کا اعتبار نہ کرنا۔ بلکہ وقت پڑے۔ تو دشمنوں کا بھی وشواس
کر لینا۔ جملہ گنوں سے بھرپور وبکت ہو کر اپنی ترقی اور زوال
کو دیکھتا و بچاتا رہے۔ کبھی بدچلنی و کام کے وش نہ ہونا۔ ورنہ
بدچلنی اور کام جملہ گنوں کو جلا کر اس طرح بھسم کر دے گا۔ جس
طرح آگ کی ایک بہت چھوٹی چنگاری لکڑیوں کے بڑے
سے بڑے ڈھیر کو یا جھاڑ کے جملہ جنگلوں کو بھسما بھوت کر دیتی
ہے۔ اے بیٹا اپنے کام و لالچ کو مارو۔ من کو وش کرو۔ پھر
وزیروں۔ منتریوں۔ امیروں۔ کوتوال و دیگر ملازموں کو اور
اس کے لیے جملہ رعیت کو الغرض ہر ایک کو اپنے قابو۔ آدھین
یا اختیار۔ فرمانبردار۔ قابو کر کے پھر دشمنوں سے لڑ کر ان کو
فتح کر لو۔ ان کو مغلوب کر لو۔ ان کو جیت لو۔ اے بیٹا! ان کو
جیتے بغیر دشمن کو جیت نہ سکے گا۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ
تکبر۔ اگیان۔ جھوٹ۔ اپنے گھر کی پھوٹ۔ لیڈر سے لیڈر کی
لڑائی یہ اوگن راجہ کو ناش و تباہ کرنے والے ہیں۔ ان پر
اول فتح حاصل کر کے پھر بیرونی دشمن پر ضرور فتح حاصل کرے۔
شہوت پرستی۔ نفس پرستی۔ بدچلنی سے تمام اوصاف۔ تمام
طاقتیں۔ تمام لیاقتیں۔ تمام علم وغیرہ ناش ہو جاتے ہیں۔
دیکھو رام کی عورت چرانے سے راون کے برہمن پن وچار وید[illegible]

کے گیان داس کے پراکرم نے راون کی امداد نہ کی تھی۔ راون کے کھاشتر دھرم پن نے اور اس کے بیٹے میگھ ناتھ نے اور اس کے بھائی کمبھ کرن نے راون کی جان نہ بچائی تھی۔ اور نہ سونے کی لنکا کچھ مدد کر سکی تھی۔ برخلاف اس کے سب کا ناش ہو گیا تھا۔ اس لئے بیٹا! تو سدا چار و دیگر گنوں کو دھارن کر۔ پرتھوی کے پالن و رکھشا کرنے کے لیئے اندر۔ سورج۔ یم۔ چندرماں۔ اور وایو کا روپ دھارن کر۔ جس طرح اندر جل کی ورشا کر کے پرجا کو تربیت کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح تو پرجا کا پالن کر۔ پرجا کی رکھشا کر پرجا کو ملازمت دے۔ پرجا کو لائن آف کمیونی کیشن اور ملٹری و ڈاکخانہ جات۔ سائینس کے علم و ہنر اور کھیتی باڑی کے ذریعہ ان کا پالن پوشن بخوبی کر۔ ان کو فوجی۔ تعلیمی۔ فنانس۔ مال۔ ہوم۔ پولیٹیکل۔ لیبر۔ کھیتی باڑی کی وزراتیں الغرضیکہ سوراج دیکر ان کا پالن پوشن کر۔ اے بیٹا! تو کرتویہ پرائن ہو کر اپنے وزیروں۔ امیروں وغیرہ پر وشواس و اعتماد و بھروسا کیا کر۔ اسی طرح جملہ وزیر۔ امیر تم پر وشواس کیا کریں۔ تم بیبا لیاقت اور طاقت ہو۔ کہ ان کے ساتھ آپ کے تعلقات ایسے ہوں۔ جیسے دودھ اور پانی کے اور دودھ اور شکر کے اور آپ ان کے اندر رہنے والا پران ہوں۔ اے بیٹا! تمہارے بے شمار گن ہوں۔ اور تمہارے لوگ گن ہوں۔ تو گنی ہو۔ تو گن دان ہو۔ یہ گن تمہارے اندر مثل طبیعی

طاقت کا کام دیویں۔ جملہ وزیر۔ امیر۔ مِتر۔ رشتہ دار۔ پڑوسی اور رعیت تمہاری طرف محبت سے کبھی بھلی آوے۔ تو ان سب کی مشکلات آسان کرنے والا ہو۔ تو ان کا مددگار اور سہارا ہو۔ اپنے دشمنوں کو کچل ڈالنے والا ہو۔ دشمنوں کو گھن کی طرح مسل ڈالنے والا ہو۔ اے بیٹا جس طرح ہوا ہر جگہ چھپ کر رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح تیرے دوت سی۔ آئی۔ ڈی تیرے وزیروں۔ امیروں۔ دوستوں۔ رشتہ داروں اور رعیت تمام غیروں کے پاس موجود ہوں۔ اور ان کے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کو تمہارے تک پہنچانے والے ہوں۔ تو ان کی چھپی ہوئی باتوں اور رازوں کو حاصل کر کے ان سے ہمیشہ باخبر رہے۔ اگر اینٹ مارنے والا کوئی ہو۔ تو اس کو پتھر مار کر درست کر۔ اور اگر پھر بھی نہ سنوارے۔ تو ہمیشہ کے لئے اس کو کچل ڈال۔

الغرض ماں اپنے بچہ کو کھشتری دھرم کے گیان سے جبکہ وہ چھ برس کی عمر کا ہوتا تھا۔ بھرپور کر دیتی تھی۔ بچہ کو کھشتری دھرم کا ٹھیک گیان بخوبی حاصل ہو جاتا تھا۔ جو مرتے دم تک اس کو نہ بھولتا تھا۔ اور بچپن سے ہی اس دھرم کا اپنے عمل سے ثبوت دیتا تھا۔ اور یہی گن جس کے اندر موجود ہوں۔ وہ سچا کھشتری ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ برہمن کا دھرم تو محض ور کے ذریعہ اور کھشتری کا دھرم باہوبل کے ذریعہ اپنی قوم

دیش کو پرادھینتا۔ نربلتا۔ اگیانتا۔ دردرتا۔ دُکھ۔ ذلالت اپوترتا وغیرہ تموگنوں۔ سے نکال کر آزادی۔ طاقت۔ گیان دولت۔ سکھ۔ عظمت۔ پوترتا وغیرہ ستوگنوں کے سمندر میں ڈال دینے کی طاقت لیاقت۔ و قابلیت رکھتا تھا۔ ایسی لیاقت۔ طاقت اور علمیت۔ ور و سراپ کے ذریعہ بخشنے والی برہمنوں کا دھرم اور باہو بل کے ذریعہ بخشنے والی کھشتر دھرم کہلاتا تھا۔ ایک غیر تشدد اور دوسرا تشدد سے کام لیتا تھا۔ تشدد کا یہ مطلب نہیں۔ کہ کھشتری خواہ مخواہ لڑتا پھرے۔ اگر بلا تشدد سے کام نکل آوے۔ تو یہ اس کی خوش نصیبی تھی۔ مگر اس سے کام نہ نکلنے کی صورت میں تشدد اس کا ورت کرم ہو جاتا تھا۔ اور اس صورت میں وہ تشدد کو استعمال کرنے میں بھی اپنی خوش نصیبی محسوس کرتا تھا۔

الغرضیکہ ماں بچے کو سچا کھشتری بنا دیتی تھی۔ اور اپنے بیٹے بچے کھشتری کے اندر باہو بل کی شکتی پیدا کر دیتی تھی۔ اور اس کی ذمہ داری باہو بل کی شکتی ہے۔

سچا ویش و شودر کون ہے؟
ماتا کا اپنے بچے کو اُپدیش

اگر ماتا اپنے بچے کو سچا ویش بنانا چاہتی تھی۔ تو وہ اپنے آتمک و بُدھی بل سے اُس کو سُلاتے سُلاتے تھپک کر اور جھولا جھلا کر مدھر پریم بھری رسیلی بانی سے اُپدیش کرتی۔ کہ اے بیٹا! تو بڑا ہو۔ شاریرک بل کو پراپت کر۔ تو آتمک بل اور گیان وگیان کو حاصل کر۔ پشوپالک بن۔ خاصکر بجلی اگنی۔ وایو۔ جل۔ سُورج چندرماں وغیرہ کے گُنوں کو دھیان کر کے اِن گُنوں کے ذریعہ اپنے دھن اور دولت کو بڑھا اور اِن علموں اور ہُنروں کے ذریعہ تجارت سے پیدا شدہ دھن کو اور ساری دُنیا کے دھن و دولت کو حاصل کرتا ہُوا نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر نمرتا پُورک اِس طرح حاصل شدہ دھن کو پراپکار کے کاموں میں صرف کرتا جا۔ تو برہمنوں اور سنتوں کو دان دیکر تریپت کر۔ راجہ یا حاکم وقت کو دھن دیکر اس کو خوش اور پرسن کر۔ دُنیا کے اندر جملہ ہوائی جہاز۔ آبی جہاز۔ ریل۔ تار بے تار۔ ڈاکخانہ جہازات۔ موٹر کاریں جو تجارت کی جان ہیں۔ سب کے سب تمہارے اختیار کے اندر ہوں۔ تو بجلی۔ بھاپ وغیرہ سے چلنے والی جملہ کلا کوشل کا سوامی و مالک بن۔ ساری دنیا کے سونے کو خرید کر اپنے دیش اور قوم کے ہِت کو حاصل کر۔ روئی۔ گیہوں۔ سونا وغیرہ اشیاء کے نرخ نکالنے اور طے

کرنے کے قابل بن۔ تو نرخ تبادلہ کو مقرر و معین کرنے والا ہو۔ تو اپنی
دولت سے روس۔ جرمنی۔ امریکہ۔ فرانس۔ ترکستان۔ افغانستان
وغیرہ کو خریدنے کے قابل بن جا۔ دنیا کی تجارت کو اپنے ہاتھ کی
مٹھی میں رکھنے کے علاوہ ایجاد کام۔ ایجادی کام اور ان پیدا
شدہ اور ایجاد شدہ یعنی اس طرح ساختہ پرداختہ چیزوں کو بانٹنے کے
کام میں بھی ماہر ہو۔ پشو پالنے اور پشوؤں کے ذریعہ دھن کمانے کے
قابل بن۔ یہ جملہ کام بھی تیرے ہاتھ میں ہوں۔ الغرض دنیا کی تجارت۔ صنعت
حرفت۔ پشو پالن۔ زراعت۔ دوکانداری تیرے ہاتھ میں ہونے کے
علاوہ تو برہمنوں۔ سنتوں اور راجاؤں کا دانا اور شودروں کا پالن۔
پوشن کرنے والا اور نفات بے روزگاری اور کساد بازاری کو دور
کرنے والا ثابت ہو۔ اسی طرح جاگرت اوستھا والی ماں اپنے ننھے
بچے کے دل۔ من اور دماغ کو مکمل طور سے ویش گن سمپن بنا دیتی۔ اور ایسے
گنوں والا اور اس طرح کی ذمہ داری کو پورا کرنے والا انسان ویش کہلاتا ہے۔
اگر کوئی انسان ویش اور کھشتر اور برہمن کے گنوں کی ذمہ داری سے گریز
کرتا ہے۔ اور ایسے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا ثبوت دیتا۔ اور اپنی ناقابلیت
ثابت کرتا۔ تو وہ شودر کہلاتا تھا۔ اور اس کے فرائض عام طور پر یہ ہوتے تھے۔
الف۔ ملازمت یا سیوا دوسروں سے تنخواہ لے کر کرنی۔ اپنے دل اور
دماغ اور جسم کو بیچ ڈالنا۔ ادھنات روپیہ پیسہ عوضانہ لیکر دماغی ملازمت
یا غلامی کرنی یعنی صوبیداری۔ جمعداری۔ ججی۔ ڈپٹی کمشنری۔ تحصیلداری
کلرکی یا منیمی وغیرہ دوسروں کے قواعد و ضوابط کے مطابق کام
کرنا۔ اور اپنی مرضی و اخلاق بمقابلہ ان قواعد و ضوابط کوئی وزن نہ ہونا۔

ب) چمار. لوہار۔ درکھان۔ کمہار وغیرہ

پس زمانہ سلف کے اندر ہر ورن آشرم کے گنوں کی ذمہ داری تھی۔ بلا ذمہ داری اور خاصیت تو شودر بھی نہ تھا۔ شودروں کی بھی ذمہ داری تھی۔ ویش کی زیادہ اور کھشتریوں کی ویش سے زیادہ اور برہمنوں کی کھشتریوں سے زیادہ ذمہ داری ہوتی تھی۔ چھ برس کے بالک گروہ سال تک عملی گیان کو حاصل کراتے تھے بعد ازاں ۲۵ سال۔ ۳۶ سال یا ۴۸ سال کی عمر تک ان گنوں اور ذمہ داریوں کو گرو کے سامنے خود ظاہر کرتے اور اگر ان میں کوئی ترٹی یا کمی ہوتی۔ تو گرو ان کو بتلا دیتا تھا۔ عمل کرا دیتا تھا۔ گویا ان گنوں کی عملی تعلیم اپنے گروؤں سے برہمچاری حاصل کرتے تھے۔

تعلیم

چھ برس کی عمر کے بعد لڑکا یا لڑکی اپنے ماتا پتا سے حاصل کئے ہوئے گیان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے گورو کے پاس جاتا تھا۔ تاکہ اپنی بدھی من۔ اندریوں اور شریر کی طاقتوں کو برہمچریہ کا پالن کرکے اور اپنے گرو سے ورن آشرم کے دھرموں کے گنوں کو حاصل کرکے انسان بن جاوے برہمچریہ کے ذریعہ بدھی۔ من۔ اندریاں اور شریر کو جوان بنا دے! اور گورو کی تعلیم سے ورن آشرم کے گنوں کو حاصل کرے۔ چت کی برتیاں ادھین کر لیوے۔ من جاگرت اوستھا میں کر لیوے۔ اور اتساہ اور سفورتی پیدا کر لیوے۔ گنوں کی ذمہ داری سے جملہ کاروبار کو ہوشیاری۔ بڈرتا

اور کمالیت کیساتھ سرانجام دینے کی طاقت پیدا کرلیوے۔ ایسے طریقہ کو تعلیم کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ ایک علیحدہ سوال ہے۔ کہ تعلیم کیا ہے۔ اور یہ ایک بڑا اہم اور پیچیدہ مسئلہ فی زمانہ بن رہا ہے۔ کیونکہ ملک اور قوم کے بہی خواہ جانباز اور جاں نثار عالم اپنی بے غرضانہ اور اپنی ایثار نفسی و قربانی سے بھری ہوئی انتھک کوششوں اور قوم کا کروڑہا روپیہ خرچ کرنے کے باوجود ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کر سکے ہیں۔ کہ فی الحقیقت سچی اور روشنی پھیلانے والی تعلیم کونسی اور آتما کو پرگٹ کرنے والی، آئیڈیل اور بدھی کو بڑھانے اور اندریوں کو نگرہ کرنے اور دیوتاؤں کے گنوں کو حاصل کرنے والی حقیقی تعلیم کونسی ہے۔ ایسے طریقہ تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۴ء میں تعلیمی کانفرنس منعقد کی گئیں ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۶ء میں بھی تعلیم کے متعلق اندولن کیا گیا۔

ان کانفرنسوں نے بتلایا۔ کہ موجودہ بے شمار سکولوں کالجوں۔ گروکل وغیرہ تعلیمی درسگاہوں کی تعلیم جو قوم کے لکھوکھا روپیہ ہر سال خرچ کرکے دی جارہی ہے بوسیدہ۔ ناقص اور نقصان دہ ہے۔ یہ تعلیم گورنمنٹ کی جاری شدہ تعلیم کی تھوڑی بہت نقل ہے۔ گورنمنٹ اپنے خرچ پر اپنی حکومت کی کل کے پرزے تیار کرتی ہے۔ اور طالب علموں کو اپنے لئے مفید مطلب بنا کر قوم کا عالی اور کمین بنا لیتی ہے۔ گویا عمدہ دماغ کے نونہالوں کو ملازم کر لیتی ہے۔ اور گورنمنٹ کے اس منشا کو پورا کرنے کے لئے جملہ لیڈر صاحبان ہندو جاتی کے خرچ اخراجات پر کروڑوں روپیہ قوم و جاتی کا لگا کر سکول۔ کالج۔ گروکل وغیرہ چلا رہے ہیں۔ اور جب طلباء ان سکولوں کالجوں۔ اور گوروکل وغیرہ درسگاہوں سے حصول تعلیم کے بعد گھروں میں اور عام لوگوں کے درمیان آتے ہیں۔ تو ان طلباء کا بھی کم و بیش وہی حشر ہوتا ہے۔ جو سرکاری سکولوں اور کالجوں کے طلباء کا ہوتا ہے اور یہ پہلے طلباء اکثر

ی زندگی بسر کرنے کے ناقابل ثابت ہوتے ہیں۔ اور کاروباری پیشہ لوگوں سے
ہل کر کاروبار کرنے کے ناقابل ہوتے ہیں۔ اِن طلبائے کے اندر روزگار کمانیکی طاقت
یت اور برداشت مفقود ہوتی ہے۔ قوم اور والدین کے لیے مفید نہیں
تے ہیں۔ اُلٹا اُن پر بوجھ ہوتے ہیں۔ اور بیشمار خودکشی کر لیتے ہیں۔ لہذا ایک انفرنیس
منعقد کی جاتی ہیں۔ کہ کوئی آسان طریقہ معلوم کریں۔ اور کوئی اُلیباحل دریافت کریں۔
سے موجودہ تعلیم کو زیادہ مفید بنا دیا جاوے۔ باوجود اِن کوششوں کے موجودہ
ہ تعلیم کے اندر نقائص بدستور موجود ہیں۔ اِن کے رفع کرنے کے لیے کانفرنسیں
مختلف لیڈر صاحبان اپنے اپنے خیالات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ملازمت سے
ے ہوئے لڑکے بے روزگار نہ رہیں۔ اور اپنی روزی کمانے کے قابل اور
ردار بن جاوے۔

بعض اصحاب یہ خیال پیش کرتے ہیں۔ کہ جہاں بچوں کو لکھنا پڑھنا اور حساب
سکھلایا جاوے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو کوئی ہنر یا پیشہ بھی سکھلایا جاوے۔
ں کو وہ سبیل ذریعہ روزگار بنا سکیں۔ بچوں کے لئے یہی تعلیم ہونی چاہیئے۔ اور
کافی ہے۔ کہ لڑکا برسرِ روزگار ہو جاوے۔

دوسرے خیالات کے اصحاب اِس تعلیم کے ساتھ جغرافیہ اور تاریخ کو ایزاد
کے تعلیم کو مکمل سمجھتے ہیں۔ تیسری قسم کے خیالات کا گروہ سائنس سکھلانے کی
زادی کو لازمی سمجھتا ہے۔ چوتھا گروہ زراعت و صنعت و حرفت کو اِس تعلیم
لازمی و ضروری جزو قرار دیکر خوش ہوتا ہے۔ پانچواں گروہ دل و جان سے
اہتا ہے۔ کہ تجارت بھی اِس تعلیم کا ایک جزو قرار دیا جاوے۔ کیونکہ تجارت
ہ دحشمت اور دولت کی جاتی ہے۔ مگر چھٹا گروہ اِس تعلیم کو ادھوری قرار
دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ اِس تعلیم کے ساتھ ساتھ مجلسی اور پولیٹکل

تعلیم بھی ضرور ہونی چاہیئے۔ جس سے ملک اور قوم آزاد ہو سکے۔ اور ساتواں گ
چاہتا ہے۔ کہ اخلاقی اور مذہبی تعلیم بھی از بس ضروری ہے کیونکہ یہ تعلیم جملہ تعلیم کی بنیاد
الغرضیکہ ہر ایک چاہتا ہے۔ کہ موجودہ تعلیم سے جو نقص۔ جو بخار۔ اور بے مزہ
بچوں کو رہائی۔ چھٹکارا اور نجات دلائی جاوے۔

بعض اصحاب ایسے ہیں۔ جن کا وچار ہے۔ کہ انسانی جسم کے اندر تموگن
جراثیم بکثرت پیدا ہو گئے ہیں۔ انسانی جماعت جانوری سبھاؤ والی ہو گئی ہے۔ یا
انسانی جسم رکھتا ہوا در اصل مونچھوں والا حیوان اور درندہ بن رہا ہے۔ انسا
جماعت کے اندر میتھن۔ نیدرا۔ آہار۔ ڈر۔ آلس۔ بھوگ بڑھ رہا ہے۔

جناب گورنر جنرل صاحب بہادر پنجاب دسمبر ۱۹۳۵ء میں بتلا چکے ہیں۔ کہ یہ
تعلیم یونیورسٹی ملک کی ضروریات کو پورا نہیں کرتی ہے صنعتی تعلیم کی ضرورت
انجناب کا خیال ہے۔ کہ موجودہ تعلیم فرقہ وارانہ فساد سکھلاتی ہے کیونکہ وہ تعلیم
لوگوں کو فرقہ وارانہ فساد کے بڑھانے کی بجائے کم کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ کیا
ایرشا۔ راگ۔ عیش و عشرت کم ہونے کی بجائے بڑھ رہے ہیں۔ غرضیکہ ترشنا دکھ
راگ دویش۔ اگیان۔ کام کرودھ۔ لوبھ۔ خود غرضی۔ نفاق۔ جھوٹ۔ چوری
بدچلنی۔ بدنیتی۔ منش و قوم و ملک ورودھی کا انسانی جسم پر راج ہے۔ ان تموگنو
اور اوگنوں کا دبانا اور ناش کرنا اور ان کی بجائے اتساہ۔ جاگرتی۔ تیج
کو پیدا کرنا۔ اندریوں کا دمن کرنا۔ پریم اور محبت کرنا۔ اتفاق کا پیدا کرنا۔ نم
نمرتا اور پوترتا اختیار کرنا۔ سچ بولنا۔ چوری نہ کرنا۔ نیک چلنی۔ نیک نیتی۔ دوستو
پڑوسیوں قوم اور ملک کے ساتھ وفاداری کرنا۔ ان ستوگنوں کو پیدا کرنا تعلیم
بعض اصحاب اس قسم کی تعلیم چاہتے ہیں۔

انسان کے جسم کی مانند بھگوان کا جسم بھی ہے جسکو وراٹ سروپ کہتے ہیں۔ وراٹ سروپ کا

سورج۔ چاند۔ ستارے۔ اگنی۔ زمین وغیرہ انسانی جسم کے اعضا آنکھیں۔ کان۔ حرارت غریزی
ن وغیرہ بالترتیب مترادف اور یکساں تتوں والے ہیں۔ انسان کے پران
طرح وراٹ سروپ کا پران وایو ہے پس ثابت ہے کہ انسان بھگوان کا امرت پتر
کی برہمانڈ کو آنکھیں بند کر کے اپنے اندر دیکھ سکتا ہے۔ جو کام ایشور کرتا ہے۔
ی کام حضرت انسان کو کرنے چاہئیں۔ جو قانون قدرت کے ہوں۔ وہی انسان
کے قانون ہونے چاہئیں۔ ایشور نے سورج۔ چاند۔ ستارے۔ اگنی۔ وایو وغیرہ
ن اشیا بنائی ہیں۔ اور یہ سب کی سب لوگوں کے پر اپکار کے لئے بنائیں۔ سورج
ایشور کے حکم سے اندر آسمان کے اندر لٹکتا پھرتا ہے۔ وقت پر طلوع ہوتا ہے۔
وقت پر غروب ہو جاتا ہے۔ اور گرمی اور پرکاش سب کو یکساں دیتا
تا ہے۔ انسان کو بھی چاہیے۔ کہ اپنے من اور اندریوں کو ادھین کر کے اور
گنوان بنکر ایسی چیزیں پیدا اور ایجاد کرے۔ جو سب کے لئے یکساں
مفید ہوں۔ اور انسان اپنے احساسات کو ضبط کر کے قانون قدرت کے
مطابق اپنے جسم کو اس طرح چلا دے۔ کہ اس کا جسم اور اس کے کاروبار
اس کے اپنے اور دوسروں کیلئے سورج کی طرح یکساں مفید ثابت ہوتے چلے جاویں۔ اس طرح
کاروبار کرنا ایک تعلیم ہے۔ جو بچوں کو سکھلائی جاوے۔ بعض اصحاب کا
ایسا مطالبہ ہے۔ قانون قدرت کا مطالعہ کرنے کے لئے اور اس کے حصول
کے لئے ہم فضا قدرتی مقامات پر اور قدرتی نظاروں سے مالا مال پہاڑوں
کی چوٹیوں پر اور بہتے ہوئے دریاؤں اور چشموں کے کناروں پر بچوں کو
تعلیم دیجاوے۔ اور گنوان بنایا جاوے۔ تاکہ وہ سورج۔ ہوا۔ آگ
بجلی کے گنوں کو حاصل کر کے لوگوں کا بھلا کرتے ہوئے انسانی زندگی بسر کرنا
سیکھیں کیونکہ بھلائی دنیا کی مسرت اور خوشی ہے۔ بچوں کو کارکن اور خدا کا ہم

پیش بنا دیا جاوے۔ اور اسی کا نام تعلیم قرار دیتے ہیں۔ اور صدق دِلی سے خواہش کرتے ہیں۔ کہ ایسی تعلیم بچوں کو دی جاوے۔

ہر انسان کے دو باپ ہیں۔ ایک دُنیاوی باپ اور دوسرا آسمانی باپ یعنی پرمیشور۔ اگر لڑکا اپنے دنیاوی باپ کا فرمانبردار اس کے نقش قدم پر چلنے والا کھٹا و کما ؤ ہوتا ہے۔ تو دنیاوی باپ اس کو بخوشی اپنی جائداد کا وارث مقرر کر دیتا ہے۔ کیونکہ لڑکا اپنی اندریوں کو دمن کر کے اور اچھے نیک اوصاف سے ملبوس ہو کر اپنے باپ کا نام روشن کرتا ہے۔ اور اپنے باپ سے زیادہ عمدہ کام کرنا اختیار کر لیتا ہے۔ اور آسمانی باپ یعنی پرمیشور کی جائداد کل کائنات ہے۔ یعنی سورج۔ آگ۔ بجلی۔ ہوا۔ پانی چیر و اچر جگت ہے۔ اس کے اوصاف مختصراً یہ ہیں۔ کہ وہ سب کی پالنا۔ لالنا اور رکھشا کرتا ہے سب کا سہارا ہے۔ اور اجر۔ امر۔ ابھے۔ مہان۔ بلوان وغیرہ ہے۔ سورج زمین۔ چاند وغیرہ کو ہوا کے اندر سہارا دیکر ان سب کو دوسروں کے بھلے کے لئے دوسروں کے اُپکار کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ سب کو ایک نظام کے اندر پرو کر بحیثیت کل پرمیشور جہاں اپنے نام کو روشن کر رہا ہے۔ وہاں لوگوں کا بھلا بھی کر رہا ہے۔ پرمیشور نے وید اور شاستر اور کل کائنات لوگوں کی بھلائی کے لئے دے رکھے ہیں۔ ان سب کا مالک انسان ہے جس کی آتما۔ اجر۔ امر۔ ابھے۔ مہان اور بلوان ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ وہ اپنے آسمانی باپ پرمیشور کا تابعدار ہو۔ اس کے نقش قدم چل کر سب کا بھلا کرتا جاوے۔ سورج۔ بجلی۔ آگ۔ پانی۔ ہوا وغیرہ کے گنوں کو حاصل کر کے بیشمار اشیاء کو پیدا اور ایجاد کرتا جاوے تاکہ لوگوں کا اُپکار ہو سکے۔ اور اس طرح اپنے آسمانی باپ کا سچا اور حقیقی تابعدار بیٹا بن کر اس کے

ورثہ کا مالک بن جاوے۔ اور ایشوری ورثہ کو حاصل کرنے کے لیئے انسان کا حق پیدائشی ہے۔ اور اس پیدائشی حق کو وہ ان آشرم دھرموں یا ان میں سے کسی ایک دھرم یعنی سچا برہمن۔ کھشتری وغیرہ بنکر حاصل کرنے کا نام تعلیم ہے۔ لہٰذا بعض اصحاب کا مطالبہ ہے۔ کہ بچوں کو دونوں دنیاوی اور ایشوری باپ کا سچا حقیقی اور قابل لڑکا بنایا جاوے۔ تاکہ وہ آسمانی باپ کے ورثہ کا مالک بن جاویں۔ اور اپنے پیدائشی حق کو بحال کرسکیں۔ اور دنیاوی جائداد کے سنبھالنے قبضہ میں کرنے اور اس کی رکھشا کرنے کی لیاقت اور طاقت کو حاصل کرسکیں۔ تاکہ ایشوری امرت پُتر ثابت ہوں ۔

بعض اصحاب چاہتے ہیں۔ کہ بچوں کو سکھایا جاوے۔ کہ وہ اپنے من کے ذریعہ اپنے شریر اور اندریوں پر حکومت کریں۔ اور من پر بدھی کے ذریعہ راج کریں۔ اور بدھی کو آتما کے وش میں کر لیویں۔ جب بچے یہ سیکھ جاویں۔ تو وہ اپنے آتما کو پرماتما کے ساتھ اس طرح ملا دیویں۔ جس طرح ایک شعلہ آگ دوسرے شعلہ آگ کیساتھ مل جاتا ہے۔ اور اس طرح آتمک جیوتی یعنی ایک شکتی جو بجلی مقناطیسی و ڈائنمک طاقت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس شکتی کا اظہار عام طور پر زبان سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ شکتی واکیہ بل کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ یہ شکتی بذریعہ واکیہ اور وچن استعمال کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اپنی زبان سے کسی راجہ کو کہہ کے ظلم نہ کر۔ اور وہ راجہ ظلم کرنے سے باز رہ جاتا ہے۔ تو یہ واکیہ بل کو ثابت کرتا ہے۔ ابی سینیا اور اٹلی کے درمیان لڑائی ہونے سے پیشتر جبکہ اٹلی کی فوجیں افریقہ میں جمع ہو رہی تھیں۔ اور اگر ابی سینیا اور اٹلی کا حکمران یا اُسکے باغیوں کو کوئی کہتا کہ لڑائی مت کرو۔ اور اگر پھر وہ لڑائی کرنے سے باز رہ جاتے۔ تو یہ انسانی واکیہ بل ہوتا کیونکہ اس سے لاکھوں قیمتی جانیں بچ جاتیں۔ اور خون کی ندیاں نہ بہتیں۔ مہاتما گاندھی اپنے ہندو بھائیوں کو کہتا

ہے۔ کہ کھدر پہنو۔ اور ستیہ گرہ کرو۔ اور بلا تشدد کی پالیسی اختیار کرو۔ اور اس طرح کرنے سے سوراج مل جاویگا۔ اگر وہ ایسا کہتا ہے۔ اور لوگ اس کے مطابق عملدرآمد کرتے ہیں۔ اور سوراج حاصل ہو جاتا ہے۔ تو گاندھی کا واکیہ بل ثابت ہو جاتا ہے۔ مہاتما گاندھی کہتا ہے۔ کہ اے انگریزو اور مسلمان بھائیو تم گاؤ کُشی کرنا چھوڑ دو۔ اور انگریز۔ اور مسلمان گاؤ کُشی کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو یہ مہاتما کا واکیہ بل ہے۔ اگر مہاتما گاندھی انگریزوں کو کہتا ہے۔ کہ ہندی لوگوں کا راج واپس کر دو۔ اور انگریز ہندوستان کا راج ہندی لوگوں کو واپس کر دیتا ہے۔ تو مہاتما گاندھی کا واکیہ بل ثابت ہو جاتا ہے۔ وشوامتر نے راجہ ہریشچندر سے راج طلب کیا۔ اور راجہ ہریشچندر نے وشوامتر کو راج دے دیا۔ اِس بات نے ثابت کر دیا تھا۔ کہ وشوامتر کے پاس واکیہ بل موجود تھا۔ حضرت عیسےٰ مسیح اور حضرت موسےٰ مسیح اور یسوع مسیح بھی واکیہ بل رکھتے ہیں۔ لوگوں کا مطالبہ ہے۔ کہ یہ واکیہ بل جو سنت مہاتماؤں۔ سادھو۔ برہمنوں کی پونجی و دولت ہے بچوں کو دلائی جاوے۔ اور اِس واکیہ بل کی تعلیم جملہ لڑکوں کو دلائی اور سکھائی جاوے۔ کیونکہ اِس بل کے ذریعہ سماج نیتی۔ راج نیتی۔ دھرم نیتی۔ وگیان ساہتیہ۔ شلپ آدی کا پرچار ہو سکتا ہے۔ یہ تعلیم واکیہ بل کی تعلیم کہلاتی ہے ؎

(۶) خدا نزدیک ہے کہ گھسن۔ لوگ گھسن سے ڈرتے ہیں۔ اور گھسن استعمال کرنے والا خدا سے بھی نہیں ڈرتا ہے۔ شیر ہرن کو پکڑ کر مار ڈالتا ہے۔ چھپکلی مکھی کو پکڑ کر نگل جاتی ہے۔ سکندر اور خلیفہ وغیرہ نے دوسروں کو مار کر ہندوستان کے اندر اپنا راج قائم کر دیا۔ آپ بتلا دیں۔ کہ شیر و چھپکلی اور سکندر و خلیفوں کی طاقت اور بل میں کیا فرق ہے۔ کالے منہ والی بلی چوہے کو بھاگ گئی اور محمود غزنوی سومناتھ کا مندر توڑ کر بیشمار مال لوٹ کھسوٹ کر ہندوستان سے باہر لیگیا۔

اس بلی اور محمود غزنوی کی طاقت میں کیا فرق ہے۔ آپ سوچیں گے۔ اور بتلا دیں گے۔ کہ شیر کی طاقت اور یہ سب طاقتیں حیوانی طاقتیں ہیں۔ جانوروں کی طاقتوں پر جانوروں کا کوئی ضبط نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ جانوروں کو عقل ہوتی ہے۔ کہ ان طاقتوں کو استعمال کئے بغیر اپنا کام سر انجام دے سکیں۔ اور یہ پشو یا حیوانی باہو بل ہے۔ کیونکہ ایک اس کے ذریعہ دوسرے پر اپنی فوقیت اور پردہ ماننا قائم کر دیتا ہے۔

پشو باہو بل کے علاوہ انسانی باہو بل بھی ہے۔ خواہ یہ افرادی ہو یا جماعتی۔ ہر دو صورتوں میں بل اور پراکرم ہوتا ہے۔ یہ بل اور پراکرم تبدیل نہیں ہو جاتا ہے۔ اس پراکرم یا بل کو خواہ ایک شخص استعمال کرے۔ خواہ ایک جماعت استعمال کرے۔ باہو بل انسانی اور حیوانی کے اندر کچھ فرق ہے۔ کیونکہ جانور ہر وقت باہو بل کو بلا تمیز استعمال کرتا ہے۔ مگر انسان کبھی کبھی وقت اس باہو بل کو استعمال کرتا ہے۔ موخر الذکر قلم اور واکیہ بل کو پہلے استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ لوگ جانتے اور دیکھتے ہیں۔ کہ اس واکیہ اور قلم کی طاقت کے پیچھے باہو بل موجود ہے۔ واکیہ یا قلم بل کو نہ ماننا گویا اپنے خلاف باہو بل کا استعمال کرانا ہے۔ اس طرح اکثر واکیہ بل یا قلم بل کے ذریعہ باہو بل استعمال کئے بغیر باہو بل کا مطلب حاصل کر لیا جاتا ہے۔ اور مخالف باتوں کو دور کر لیا جاتا ہے۔ خواہ یہ مخالف باتیں اندرونی ہوں یا بیرونی۔ اور اگر اس طرح کام کی سادھی نہ ہو۔ تو باہو بل کا استعمال کر کے اپنے مطلب کو نکالا جاتا ہے۔ اس قسم کے بل کو انسانی باہو بل کہا جاتا ہے۔ اس کو تشدد کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ اور یہ کھشتر دھرم بھی مانا جاتا ہے۔ جہاں دوسرا اپائے یعنی واکیہ بل یا بلا تشدد کی حکمت عملی سے کام نہ نکلے وہاں تشدد۔ باہو بل یا کھشتر دھرم کام کو سادھ کر دیتا ہے۔ اس دھرم

کو اپنے بچاؤ کے لئے لوگ استعمال میں لاتے ہیں۔ اور یہ ملک اور قوم کی بھلائی اور رکھشا کا کام بھی دیتا ہے۔ پس راہوبل کی تعلیم بچوں کو دینی از بس ضروری ہے۔ بعض اصحاب کا مطالبہ ہے۔ کہ باہوبل کی تعلیم بچوں کو اپنی رکھشا و پراپکار کے لئے سکھلائی جاوے ۔

فی زمانہ دھن ہی ایک زبردست طاقت ہے۔ کیونکہ دھن دولت سے آپ ہر چیز کو خرید کر سکتے ہیں۔ خواہ ہندوستان کے اندر کلکتہ۔ دہلی۔ بمبئی وغیرہ چلے جاویں۔ خواہ ہندوستان کے باہر انگلستان کے دارالخلافہ لنڈن چلے جاویں۔ خواہ فرانس۔ جرمنی امریکہ جاویں یا جاپان کسی ملک کے دارالخلافہ کے اندر بھاگ آپ حسب منشا ہر چیز کو دولت سے خرید کر سکتے ہیں۔ لوگ یہاں تک ہی کہتے ہیں۔ کہ امیروں۔ وزیروں اور بادشاہوں کو بھی خرید کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کے خرید کرنے کے لئے آپ کے پاس کافی دولت اور لیاقت ہو۔ دھن دولت کہاں سے آتا ہے۔ اور کس طرح آتا ہے۔ بعض اصحاب کھیتی باڑی کو دھن حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ بتلاتے ہیں۔ دوسرے اصحاب ہنر۔ صنعت و حرفت کو اور کئی اصحاب تجارت کو عمدہ وسیلہ دھن کے پاپت کا بتلاتے ہیں۔ مگر بعض فرماتے ہیں۔ کہ علم سائنس ہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ کہ جس سے ہوائی جہاز۔ بحری جہاز۔ دخانی جہاز۔ ٹیلیفون۔ ریل۔ تار۔ بے تار وغیرہ بے شمار کلیں ایجاد کر کے انسانی ضروریات کو بہم پہنچا کر دنیا کی تمام دنیا کو حاصل کر لیا جاوے۔ پس ایسے علوم و فنون کو سدا اچاری بنکر حاصل کرنا تعلیم ہے۔ بعض اصحاب کا مطالبہ ہے۔ کہ ان علوم و فنون سے بچوں کو آراستہ و پیراستہ کیا جاوے۔ یہی علوم و فنون بچوں کو دلائے۔ اور سکھلائے جاویں ۔

مگر بعض اصحاب سیوا دھرم کو تعلیم کے نام سے پکارتے ہیں۔ کہ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھلا کر دوسروں کی سیوا کرنی سکھلائی جاوے۔ چاہے وہ دوسروں کی اپنے ہاتھوں سے سیوا کریں۔ چاہے دماغی طور پر ڈاکٹری کر کے نوکری کر کے خواہ قلم کی نوکری یا فوج کی نوکری ہو جمار۔ لوہار۔ کا کی جمی مجسٹری وکالت یہ سب سیوا دھرم ہیں۔ کیونکہ غیروں سے تنخواہ لیکر اُن کے مقررہ قواعد کے مطابق اُنکا کام کرنا پڑتا ہے۔ خواہ قومی نقصان بھی ہو بغیر شبہ کے چاہے ورن آشرم دھرم بچوں کو سکھلائے جاویں بچے اپنے شریر دل۔ اندریوں۔ من۔ بدھی کو قابو میں رکھکر ان ورن آشرم دھرموں کو سیکھیں۔ لوگوں کے پر اپکار کے لئے سیکھیں۔ نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر ان علوم و فنون کو سیکھ حاصل کر کے اپنا اپنے ملک اور قوم کا بھلا کرنا سیکھیں۔ یہ ایک علم ہے۔ اور اس علم کو تعلیم کہتے ہیں۔ جو بچوں کو سکھلائی جاوے۔

وشو پریم۔ پرمیشور کی پرسنتا و ایشور کی کرپا یہ سب الفاظ ایک معنے رکھتے ہیں۔ اور ان سب الفاظ کے وہی معنے ہیں۔ جو معنے اتفاق بل ورتن اور سنگھٹن کے ہیں۔ اور یہ ایک اصول وِشو دھرم کا بھی معلوم پڑتا ہے۔ نظام شمسی بل ورتن و سنگھٹن کے اصول پر اسکے اندر قائم ہے۔ جو وِشو پریم و کرپا لتا کا نمونہ ہے۔ ایک ایک نورانی ذرہ نے ملکر سورج بھگوان کو بنایا ہے۔ اور ان نورانی ذروں کے اتفاق۔ بل ورتن و سنگھٹن کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ سورج بھگوان ہم سب کو تیج۔ جیون اور پرکاش دے رہا ہے۔ ایک ایک اَنُو اور پرمانُو نے ملکر زمین بنائی ہے۔ اور اِن پرمانُوں اور اَنُو کے اتفاق کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ زمین اپنی چھاتی پھاڑ کر سب قسم کی بنسپتی۔ پھل۔ اناج۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا وغیرہ ہم کو

دان کرتی جاتی ہے۔ اور اس طرح نظام شمسی پرمیشور کی کرپا کا نمونہ اور ان کے اندر ہارمنی ایشور کے پریم کو ظاہر کر رہا ہے۔ اسی طرح آپ طوطوں اور کونجوں کی ڈاروں کو آسمان میں اڑتا دیکھتے ہیں۔ ان کا اتفاق قانون قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ اتفاق عمدہ چیز ہے۔ شہد کی مکھیاں اکٹھی ہو کر شہد کے چھتے کے اندر رہتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مکوڑوں اور چیونٹیوں کی طرف آپ نظر ڈالیں۔ تو یہ سب ملکر اتنے بڑے کام کرتے ہیں۔ کہ انسان حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ غرضیکہ ان سب قدرتی چیزوں کے اندر اتفاق۔ مل ورتن اور ایشور کا پریم اور کرپا لتا موجود ہے۔ اپنی ذات یا شخصیت اپنے نام۔ شہرت و مفاد کو بھلا کر دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرنا اتفاق۔ مل ورتن سنگھٹن ہے۔ یہ ایشور کا پریم اور کرپا لتا اور پرستا ہے۔ یہ مل ورتن اور سنگھٹن کی تعلیم ہے۔ جو بچوں کو دلائی جاوے۔ اور سکھلائی جاوے۔ تاکہ وہ تینے قرضے سبکدوش ہو سکیں۔ جب بچے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ محتاج ہوتے ہیں۔ بچہ کے ماں باپ۔ رشتہ دار۔ اور ان سب کے دوست ملکر نئے پیدا شدہ بچے کی پالنا۔ لالنا۔ اور رکھشا اور اس کی تعلیم کا بندوبست کرتے ہیں۔ مگر بچے سے کچھ معاوضہ نہیں لیا جاتا ہے۔ اب ایسے بچے کو جو سب کی کرپالتا سے بڑا ہو چکا ہے۔ اسی کرپالتا یعنی سنگھٹن اور مل ورتن کے ذریعہ اس کو لوگوں کا بھلا کرنا چاہیئے۔ اور یہ تعلیم بچوں کو دلائی جاوے۔ گویا لوگوں کی پالنا لالنا اور رکھشا کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ جو اتفاق کرے۔ اور اپنی نفع و شخصیت نام و شہرت کو مطلقاً بھول جاوے۔ اور اپنی جاتی ملک وغیرہ کی ملکر رکھشا کرتی جاوے۔ بلکہ نشکام بھاؤ اور بلا معاوضہ رکھشا کرنا ایک مل ورتن کی تعلیم ہے۔ جو

بچوں کو دلانی چاہیئے ـــــــ بس مسئلۂ تعلیم زیرِ غور کا نچوڑ
مختصر الفاظ میں یوں بیان ہو سکتا ہے کہ مختلف گروہوں کے مختلف خیالات معلومات
اور تجربہ جات ہیں۔ کیونکہ یہ سب ایک تعلیم کے مختلف پہلو ہیں۔ اور قوم کے اٹھل
پہردوں کا کام ہے۔ اور یہ تعلیم اس طریقے سے اختیار کی جاوے جس سے اپنے پڑوسیوں
قوم اور ملک کی جملہ پیش آنے والی ضروریات کو فی الفور کامیابی کے ساتھ سرانجام
دیا جا سکے پس تعلیم ودیا آشرم دھرم ول اور سواچار وغیرہ کی علمیت۔ لیاقت
اور طاقت کی ذمہ واری ہے جس کے ذریعہ اپنے شریر اور اندریوں کو من سے
اور من کو بدھی سے اور بدھی کو آتما پرماتما سے دمن اور پوشن کر کے نرابھ روگ
نشکام بھاؤ سے "میں پن" کو نکال کر یعنی ایشور پرائن ہو کر اپنے اور اپنے
پڑوسیوں و قوم و ملک کی جملہ ضروریات کو پورا کر دیوے۔ سب کے گنوان
بنا دیوے۔ انصاف اور سچائی سے جس کا مال باپ نہ ہو۔ ان کا خود بیجا سے
غریبوں کی پالنا کرے۔ مصیبت زدوں کی امداد کرے۔ سب کی رکھشا کرے۔
غرضیکہ خود ابھیودیہ اور نشریہ حاصل کرے۔ اور دوسروں کو کرا دیوے۔ اور
ثبوت اس طرح پیش کرے جس طرح کہ ایشور کے بنائے ہوئے سورج۔ آگ
وایو۔ زمین۔ درخت۔ نظام شمسی وغیرہ خود گنوان ہیں۔ اور اپنے گنوں کی ذمہ داری
سے سب کا پراپکار کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور اپنے فرض
کو غرض کی خاطر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اور سردی گرمی۔ دکھ۔ سکھ وغیرہ کی
شکایت نہ کرتے ہوئے سب کا پراپکار اچوک طور سے کرتے رہتے ہیں ٹھیک
اسی طرح انسان دیوتاؤں کی طرح خود گنوان بنے۔ اور اپنے ان حاصل کردہ
گنوں کی ذمہ واری کے ذریعہ خود بھی ابھیودیہ اور نشریہ حاصل کرے۔ اور
اپنے پڑوسیوں۔ قوم اور ملک کو بھی ابھیودیہ اور نشریہ حاصل کرا کر

اپنی تعلیم کا ثبوت پیش کرے۔ ایسا ثبوت دینے کیلئے انسان بنایا گیا ہے اور یہی اُسکی بھگتی دُھرم ہے۔ صرف لکھنا۔ پڑھنا اور باتیں بنانا اور اس طرح اپنے اور لوگوں کے دماغوں کو کھوکھلا کرنا اور لڑنا جھگڑنا نہ سکھلایا جائے۔ کیونکہ یہ تعلیم نہیں ہے اور نہ یہ اِنسانی مُدعا ہے۔

آچاریہ یا ماسٹر بچوں کے دوسرے درجہ پر گورو ہیں اور یہ کیسے ہونے چاہئیں

ماں کے بطن میں آنیسے لیکر چھ سال کی عمر تک بچہ اپنے ماں باپ کے مانسک۔ واچک۔ کائک سنسکاروں کو چھ سال لگاتار جذب کرنے کے بعد پچیس سال کی عمر تک اپنے گورو۔ اچاریہ یا ماسٹر صاحبان سے برہمچریہ اور تعلیم کو گرہن کرتا ہے۔ لہذا یہ صاحبان خود برہمچاری۔ سدا چاری تعلیم یافتہ۔ زندہ دل۔ فیاض۔ انصاف و سچائی پسند۔ سڈول بلیسے چوڑے پربھاؤ شالی ہوں۔ جنہوں نے سدا چار دا کیہ بل۔ باہو بل۔ اور سینتی بل کو سیدھ کیا ہو۔ وہ ورن آشرم دھرموں کے گُنوں کی ذمہ داری رکھتے ہوں۔ ان کے دل و دماغ کا آسن کسی نازک اندام گل رعنا کاننی کے ابروے خمدار سے ڈانوان ڈول و چھیدن بھیدن نہ ہوسکے۔ وہ شانت سبھاؤ ہوں۔ تاکہ ان کے دل غصہ کی آگ سے جلا نہ کریں۔ وہ نرلوبھی ہوں۔ تاکہ ان کے دل کسی لوبھ لالچ کے جال کے اندر اُلجھ نہ جاویں۔ ان کے اندر بھگتی اور علم کا سُورج طلوع ہو چکا ہو۔ تاکہ ان کے دل کے سمندر کے اندر نفرت ایرشا۔ راگ و دویش کا

ظالمِ خیز طوفان برپا نہ ہو سکے۔ وہ سچے کرم یوگی ہوں۔ تاکہ ان کے دل پر خانہ جنگی دبھوٹ (یعنی لیڈر کی لیڈر سے لڑائی) غرور، کینہ۔ مکاری۔ بدذاتی اپنا سکہ نہ جما سکے۔ وہ پیٹ کی روٹی سے بے فکر ہوں۔ تاکہ ان کو اپنے دل کی بے فکری حاصل ہو۔ وہ ہر علم و سائنس۔ صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت میں ماہر ہوں۔ تاکہ ہر پیش آنے والی ضروریات کو پورا کر کے ثبوت دے سکیں۔ ان کے اندر کمال درجہ کی لگن اور شوق ہو تاکہ بچوں کو پڑھانے سکھانے اور شدھ کرنے میں ملازم بے خود ہوں۔ و غلام زرخرید سے زیادہ حاضر باش ہوں۔ غرضیکہ وہ ذمہ واری لیں کہ بچوں کو پچیس سال کے اندر اندر عملی طور پر سرسوتی۔ درگا۔ لکشمی کا سوامی اور سدا چاری دیر اُپکاری بنا دینگے۔ دیکھنا۔ پڑھنا۔ حجت بازی کرنا بچوں کو سکھلا کر ان کے دماغ کو کھوکھلا نہ کیا جاوے۔ موجودہ زمانہ کے ماسٹروں وغیرہ کے کیا ہی گُن ہیں۔ جو بچوں کو سکھلائے جاتے ہیں؟ "جیسا درخت ویسے اُسکے پھل"

برہمچاری کون ہوتے ہیں

برہمچریہ کے ناش کرنے والے طریقوں سے دُور رہ کر برہمچریہ تعلیم، سدچار و بھگتی وغیرہ کی طلبیّت۔ لیاقت۔ اور طاقت کی ذمہ واریوں اور واکیہ باہو اور سچی بل سے سچین ارتھات دیوتاؤں کی طرح دیوتاؤں کے گُنوں کی ذمہ واریوں سے متور الشان سداچار و ملوریتی کے اصول پر چلنے و پھولنے اور اپنے ہمسایوں قوم اور ملک کا ایکاد۔ مدد و کلیان نشکام

بھاؤ سے اور ایشور پرائن ہو کر کرنے والا برہمچاری کہلاتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ یہ بھی ثبوت دے۔ کہ وہ ظالموں کے ظلم کو ناش کرتا جاتا ہے۔ وہ سب پاپیوں۔ دُشٹوں اور دشمنوں کو اپنے گُنوں کے تیج سے رُلاتا جاتا ہے۔ وہ ایشوریہ اور نشریہ حاصل کر چکا ہے۔ اور دوسروں کی جملہ ضروریات کو بھی پورا کرتا جاتا ہے۔ اور سب کو سہارا دیتا جاتا ہے۔ وہ خود بھی شانتی بن گیا ہے۔ اور غیر اس کے اندوختہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور ان کو دھنوان بناتا جاتا ہے۔ وہ خود ایشور کی کرپا اور دیا کا پاتر بن چکا ہے۔ دوسرے اُسکی مہربانی۔ دوستی اور وفاداری کا سہارا ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ وہ ایشور کی آگیا کا پالن کرتا جاتا ہے۔ اور غیر اس کی ماتحتی اور نوکری کے متلاشی پھرتے ہیں۔ دوسروں کا دُکھ درد۔ کار رُتا وغیرہ کو گُنوں کا ناش کرتا جاتا ہے۔

اس کے جملہ گُن اور ذمہ واریاں نمائشی نہ ہوں۔ جیسا کہ گدھے کو زیورات اور پارچات قیمتی و رنگا میزی سے سجایا جاوے۔ ہیرے موتیوں وغیرہ سے مُنور کر دیا جاوے۔ اور اس کے اندر کوئی گُن نہ ہو محض لفاظی گُن اور باتیں ہوں۔ کیونکہ یہ جملہ باتیں اس کو ڈھول کے اندر لیٹی مارنے اور دوسروں پر دولتی چلانے سے باز نہیں رکھ سکتیں۔ کیونکہ وہ گُن حقیقی نہیں ہیں بس شدا چار درن آشرم دھرم۔ بھگتی وغیرہ کے گُنوں کی ذمہ واریوں سے آراستہ پیراستہ پرُاُپکاری۔ نرموہی۔ لالچی۔ نرلیپ۔ جیون مکت برہمچاری ہے۔ اس لئے۔ وہی واہگورو۔ رام نام۔ کرشن وغیرہ کے جاپ جپانے والا اچھا مہترہے وہی قوم اور مُلک کو آزادی دلانے والا ہے اور برہمچاری ہے۔ اس جہان کے سلئے ایشوریہ اور دوسرے لوک کے لئے نجات دلانے والا ہے ؂

برہمچارنی کون ہیں

ماں کے شکم کے اندر آنے سے لیکر چھ برس کی عمر تک اپنے ماں باپ سے اور بعد ازاں اپنے گورو آچاریہ وغیرہ سے برہمچریہ اور تعلیم کو جنہوں نے حاصل کر لیا ہے۔ اور جو سداچاری اور پراوپکاری ہیں۔ پھلنے اور پھولنے کا نیک خیال بھی دھارن کیا ہوا ہے۔ برہمچریہ تعلیم۔ بھگتی سداچار کی لیاقت اور طاقت سے سرسوتی دیوی۔ درگا دیوی یا لکشمی دیوی بن چکی ہیں۔ برہمچریہ۔ تعلیم۔ بھگتی و سداچار وغیرہ کی ذمہ داریوں سے اپنے شریر اور اندریوں کو من سے اور من کو بدھی سے اور بدھی کو آتما پرماتما سے دمن اور پرسن کر لیا ہے۔ اور شانتی کو حاصل کر لیا ہے۔ اپنے بچوں کو تندرست۔ سداچاری۔ برہمن چھتری و ویش بنا دینے کے گنوں کو دھارن کر لیا ہے۔ یا ان کو ایسا بنا کر ثبوت دیتی رہتی ہیں۔ وہ جملہ امور خانہ داری سے واقف ہو چکی ہیں یا کاروبار خانہ داری کو کمالیت کے درجہ تک سر انجام دیکر ثبوت بہم پہنچا رہی ہیں۔ کفایت شعار ہیں۔ پشو پالتی ہیں۔ نمر و سرل سوبھاؤ رکھتی ہیں۔ میٹھے۔ کومل و سبھیہ بچن بولتی ہیں۔ خوش مزاج و ہنس مکھ ہیں۔ شرم و حیا۔ سداچار و پراوپکار اور وفاداری اور جانثاری کا برقعہ پہن رکھا ہے۔ سادہ۔ پوتر اور بردباری کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ اور فیشن۔ غرور وغیرہ سے نفرت ہے۔ اور جنہوں نے اردھنگی دیویوں کے فرائض کو ادا کرنا سیکھ لیا ہے۔ یا ان کو سر انجام دیکر ثبوت دیتی رہتی ہیں۔ اور اپنے خاوندوں کو اردھ شریر بنانا اور بنا کر رہنا اختیار کر لیا ہے۔ برہمچارنی ہیں:

بس ان کرتویوں کو کرتی ہوئی گیتا طرز ایشور پرائن ہو کر نشکام بھاؤ سے تکبر و غرور رہت ہو کر اپنی پڑوسیوں اور قوم اور ملک کی بھلائی ترقی و آزادی کے لئے کرنے والی عورتیں برہمچارنی کہلاتی ہیں:

گرہستی کون ہیں۔ اُن کے فرائض کیا ہیں۔ اور وہ گرہستی کیوں بنتے ہیں۔

برہم پرمیشور نے سُوبھاوک سنکلپ کیا۔ اس کو اِچھا ہوئی۔ ایک سے انیک ہو جاؤں۔ یعنی سرشٹی کو پراُپکار کے لیئے رچوں۔ چنانچہ اس نے سرشٹی کو رچا اور جہاں رچا وہ انیک ہو۔ سرشٹی کے اندر پرویشٹ ہو رہا اور خود کو نِشکام یعنی ایک نِرلیپ بھی ہو رہا۔ خود سُکھ و آنند سروپ پورن بنا رہا۔ کُل چرا چر کو سُکھ سروپ اور پراُپکاری بھی بنا دیا۔ خود مکمل گنوان بنا رہا۔ مگر دوسروں کے اندر اپنے گنوں کی ذمہ داری بھی ڈال دی۔ تاکہ ایک دوسرے کا بھلا اور پراُپکار کرتے رہیں۔ اور سب سُکھی اور آنند یُکت رہیں۔ غرضیکہ ہر چیز کو اپنے اپنے اختیار اور ادھکار دئے۔ ان کے اندر مرد اور عورت بھی شامل ہیں۔ یہ اشرف المخلوق بنائے۔ ان کو اپنے انش سے بنا کر امرت پُتر اور امرت پُتریوں سے پکارا۔ یہ کلپ برکش بنائے گئے۔ اور ان کے ادھکار اور اختیار مقرر کر دیئے۔ دیوتاؤں کی شکتیاں بخش دیں۔ بلکہ پرتھوی و اس کے چرا چر۔ وید شاستر۔ جملہ علوم و فنون وغیرہ کو ان کے ورثہ میں دے دیا۔ تاکہ پھلیں پھولیں۔ اور سدا چاری۔ پراُپکاری۔ ایشوریہ شانتی اِس لوک میں بنے رہیں۔ یہ ان کا حق پیدائشی رکھ دیا۔ اور پرلوک کے لیئے ان کو کلیان و نجات بخش دی۔

چنانچہ اپنے پرم پتا پرماتمہ کے نقش قدم پر چلنے والے کم از کم ۲۵ اور زیادہ سے زیادہ ۴۸ سال کا برہمچاری اور کم از کم ۱۶ سال اور زیادہ سے زیادہ ۲۴ سال کی

برہمچارن برہم کی طرح ایک سے انیک اور پھر انیک سے زیادہ انیک ہونے اور پھلنے اور پھولنے کے سنکلپ کو دھارن کئے ہوئے اپنے ماں باپ کے ذریعہ یا ان کی عدم موجودگی میں اپنے گرو یا کسی بزرگ کے ذریعہ ایک دوسرے کو سوبھاؤ۔ گن و کرم انوسار تلاش کر کے پراپت ہوں۔ یعنی باقاعدہ بیاہ کریں۔ تاکہ وہ پھلیں اور پھولیں انیک ہوں۔ سب ایشوریہ حاصل کریں۔ اور پڑوسیوں۔ قوم اور ملک کو ایشوریہ حاصل کرا دیں۔ اس پرکار شادی شدہ برہمچاری و برہمچارنیاں گرہستی کہلاتے ہیں:۔

سداچار۔ طور تن و بیوہار کے اصول پر گرہستی کو آزادی ہے۔ کہ وہ ورن دھرم کے گنوں۔ ذمہ داریوں۔ اور طاقتوں کے ذریعہ دھن کماوے۔ خواہ واکیہ بل و باہو بل کو مکھیہ رکھکر یا پیٹ بل کو مکھیہ بنا کر تجارتی کام کرے۔ کوئی ایجاد کا کام کرے۔ کوئی نئی ایجاد کا کام کرے۔ جہاں خود دھن کماوے۔ اور اپنی آن بان و شان کو بڑھاوے۔ وہاں قوم کو شکتی شالی بناوے۔ اور ایک کام دھینوں گائے بن جاوے۔ اُدیوگیوں کے ذریعہ یگیہ کرے۔ اپنی سنتان کی رکھشا لالنا و پالنا کرے۔ اس کو گنوان اور مختلف علموں کا سوامی بنا دیوے۔

رشی۔ منی۔ پتر۔ برہمن۔ دیوتا اور متر۔ بھائی۔ پڑوسی۔ رشتہ دار۔ اتیتھی۔ بھوت اندھے۔ لولے۔ لنگڑے۔ بیمار۔ محتاج۔ نکھٹو۔ پشو۔ راکھشش۔ سب کی لالنا پالنا و رکھشا کرے۔ جملہ سماجوں۔ کانگرسوں۔ گورو کلوں۔ کالجوں۔ سکولوں۔ آناتھالیوں بیوہ آشرموں وغیرہ وغیرہ کو دان دیکر ترپت کرے۔ یہاں تک کہ راجہ کو بھی دان دے۔ سب گرہستھ کے آگے ہاتھ پسارتے ہیں۔ سب گرہستھ کی امداد چاہتے ہیں۔ سمپورن جگت گرہستھ کے آسرے و سہارے گھومتا ہے۔ خاصکر اپنے بچوں و اختیں۔ پڑوسیوں اور قوم کی لالنا پالنا اور رکھشا کرے۔ شودروں کو پالے اور ان کی رکھشا کرے۔ گرہستی سب دھرموں کا جنم داتا ہے۔ لہذا ہوں گر کے

گرہستھی دیوتاؤں کو پرسن کرے۔ دھن سے سب کو راضی و پرسن کرے۔ دھن سے اپنی کلا کوشل کو عمدہ اور چالو حالت میں رکھے۔ دھن سے کلا کوشل۔ مال مویشی و دیگر سامان گھر اپنے ذخیرہ میں با افراط رکھے۔ اپنی عورت کو زیورات و پارچہ جات سے خوش رکھے۔ غرضیکہ جملہ کام دھن سے کامیاب بنا دے۔ اور اپنی قوم اور ملک کی شان و شوکت اور آزادی کو برقرار رکھے اور بڑھا دے۔ غرضیکہ جملہ کام دھن سے کرے۔ برہمن اپنے وِدیہ بل۔ کھشتری باہو بل اور ویش سمپتی بل سے اپنے پڑوسیوں۔ قوم اور ملک کی عزت۔ شان و آزادی کو بڑھا دے۔ اور قائم رکھے۔ اور دُراچار کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیوے۔ کیونکہ دُراچار گرہستھی کی موت ہے۔ سداچار اُس کا جیون ہے۔ دُراچار کی آگ نے راون کے چار وید دل کے علوم کو اُس کے باہو بل کو۔ اس کی سونے کی لنکا کو۔ میگھ ناد۔ اور کنبھ کرن جیسے پہلوانوں کو تباہ کر دیا۔ یہ جملہ فرائض گرہستھی کے فرائض کہلاتے ہیں۔ اور ان کا عامل گرہستھی کہلاتا ہے

بان پرستھی کون ہیں اور کس غرض سے بان پرستھی بنتے ہیں

کُلی قاعدہ ہے۔ کہ انسان مر جاتے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ کچھ نہیں لے جاتے ہیں۔ اپنے پیچھے جملہ اشیا چھوڑ جاتے ہیں۔ نہ یہ اشیا خود بخود اس کے ساتھ ساتھ جاتی ہیں۔ اور نہ جا سکتی ہیں۔ مگر موت ان سب کو زبردستی چھڑا دیتی ہے۔ خواہ دھن ہو۔ گُن وان سُندر استری۔ عالم بچے۔ راج ہو یا اکھنڈ راج ہو۔ توپیں ہوں۔ یا مشین گنیں ہوں۔ بحری جہاز ہوں۔ یا ہوائی جہاز۔ بحری فوج ہو یا بری سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے۔ سکندر اعظم ایک بڑا زبردست شہنشاہ تھا۔ جسکی جاہ و

حشمت اور حکومت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ دوسری مثال محمود غزنوی کی ہے۔
یہ بھی بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ اس نے ہندوستان کو کئی دفعہ لوٹا اور تاخت و
تاراج کیا اور بےشمار مال لوٹ کھسوٹ کر چلا گیا۔ ہر دو مر گئے۔ اور اپنے ہمراہ ایک
پھوٹی کوڑی بھی نہ لے گئے۔ کیونکہ سکندر اعظم نے مرنے سے پہلے حکم دیا تھا کہ
اس کے جنازہ کو لے جاتے وقت اس کے ہر دو ہاتھ کفن سے باہر خالی رکھے جاویں
چنانچہ ایسا کیا گیا۔ مگر محمود غزنوی موت سے پہلے اپنی ہر چیز یعنی فوج۔ دھن۔ دولت
وغیرہ کو میدان کے اندر ترتیب سے رکھوا۔ اور پھر باری باری ہر ایک کا ملاحظہ کر
وہ روتا پیٹتا اور پیٹتا تھا۔ اور زار و قطار روتا تھا۔ گویا ہر دو کوئی چیز ہمراہ
نہ لے گئے۔ حسرت۔ نراشتا۔ بےچینی۔ بےصبری وغیرہ کو موت پر اپنے ہمراہ لے گئے۔
مگر یہ ہمراہ کیوں جائیں۔ ان کی بجائے شبھ وچار۔ شبھ آشائیں۔ شبھ بھاونائیں۔
شانتی و صبر ساتھ کیوں نہ جاویں۔ ایشور درشن کیوں ساتھ نہ جاوے۔ ان کو حاصل کرنا
بان پرستھ کا ایک اعلیٰ فرض ہے۔ علاوہ اس کے گرہست کے اندر کسی وقت کے فرائض
کو سرانجام دینے کے وقت جب رگڑے جھگڑے کی وجہ سے شریر اور دماغ کمزور
ہو جاتا ہے۔ اپنے مفاد اور راگ دویش سے کئے ہوئے کرموں کی وجہ سے من میلا
اور آتما دب جاتی ہے۔ تو شریر کو مضبوط اور بلوان بنانے اور من کو پوتر کرنے اور
اپنی آتما کو پرگٹ کرنے کے لئے سدا چاری بنکر گرہست کے کرموں کی بجائے پراُپکار
کے کاموں کو مکھیہ طور پر کرنے کے لئے اور دوران گرہست کے اندر اپنے حاصل شدہ
معلومات اور تجربہ جات کو لوگوں کے بتانے کے لئے تیاری کی ضرورت ہے۔ لہٰذا
بان پرستھ بر ہمچریہ کا زمانہ ہے۔ کہ جب گرہستی پچاس سال کی زندگی کے بعد اپنے
گرہست آشرم کے کاروبار سے اپرام ہو کر مذکورہ بالا کرتویں کے کرتے وان کو
پراُپکار میں لگانے کے لئے اور موت کے وقت شبھ واسنائیں۔ بھاونائیں

سنگھیوں اور اُتساؤں میں مگن ہو کر شانت چت رہنے کے بے نیادی گرنا بان پرستھ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اور تیاری کرنے والا بان پرستی کہلاتا ہے؛

سنیاس اور سنیاسی

بان پرستھ کے دوران کے اندر جب بان پرستی سوادھیائے اور سداچار سے اپنے شریر کو بلوان اور من اور بدھی کو نرمل اور آتما کو پرکاش کر لیتا ہے۔ اور وہ پرانایام کر کے من اور اندریوں کو دمن کر لیتا ہے لوبھ۔ موہ۔ اہنکار پر فتح پا لیتا ہے۔ اور دیوتاؤں کی شکتیوں سے شکتی شالی ہو جاتا ہے۔ خواہشات سے بالاتر ہو جاتا ہے اور ستوگن۔ رجوگن اور تموگن سے بھی اونچا اٹھتا ہے۔ اور سنگرہ کی ہوئی شکتیوں تجربہ جات شُبھ واسناؤں۔ سنکلپوں۔ آشاؤں اور بھاوناؤں کو لوگوں کے لئے دان کرتا جاتا ہے۔ اور اس طرح کرنے سے بھوک۔ پیاس۔ آلس وغیرہ وغیرہ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور نشکام بھاؤ سے ایشور پرائن ہو کر اور ہمت کو نکال کر اور دوندوں کو سہن کرتا ہوا نڈر تا سے ملک اور قوم کے پراپکار کے کام کرنے کے کارن رہنما بن جاتا ہے۔ وہ اس طرح کرنے سے اس پر سنیاس کا دروازہ خود بخود کھل جاتا ہے۔ کبھی وہ سمادھی کے اندر چلا جاتا ہے۔ اور کبھی سمادھی سے فارغ ہوتا ہے۔ تو لوگوں اور ملک اور قوم کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس طرح جیون مکت بن جاتا ہے۔ اور یہی سنیاسی کہلاتا ہے اور مذکورہ بالا پراپکار کرنے کے زمانہ کو سنیاس کہتے ہیں۔ اپنے حاصل شدہ تجربہ جات وغیرہ دان کر دینے سے اور دان ایشور پرائن ہو کر نشکام بھاؤ کیا ہوا بندھن میں پڑنے نہیں دیتا ہے۔ یعنی کئے ہوئے کرموں کے پھلوں کا دان کر دینے سے وہ شدھ

برہم ہی رہ جاتا ہے۔ اور جیون مُکت ہو جاتا ہے۔ یہی اِنسانی زندگی کا مُدعا ہے۔ یہی سنیاس ہے۔ یہی لیڈر شپ ہے۔ اور یہی سنت مت ہے ؞

سنت مت

رام نام کے جاپ سے سب نیک کرموں کا پھل مل جاتا ہے۔ رام نام کے جاپ سے ہردے کے اندر گُپت برہم پرگٹ ہوتا ہے۔ جیو مایا رہت ہو اپنے سروپ کو پا لیتا ہے۔ اور ایشور کا درشن بھی کر لیتا ہے۔ چاروں یُگوں اور چاروں ویدوں کے اندر نام کا پربھاؤ پرگٹ ہے۔ چاروں یُگوں۔ تینوں کالوں اور تینوں لوکوں کے اندر جیو نام جپ کر شوک رہت ہو گئے ہیں۔ ویدوں اور پُرانوں کا مت یہ ہے۔ کہ رام نام کی پراپتی کرنے سے سب پُن کرموں کا پھل مل جاتا ہے۔ رامائن کا سار تو دو اکھشر یعنی رام نام کا جاپ ہے۔ خاصکر کلجگ میں رام نام اچھوت پھل دینے والا ہے۔ اِس کے سوائے کوئی دوسرا اوپائے ہے ہی نہیں۔ غرضیکہ رام نام لوک پرلوک میں مانا کے سامان بہت کرنیوالا ہے۔ رام نام کی مہماں اننت اور اپار ہے۔ پرہلاد۔ دھرو۔ مہابیر۔ کبیر رام نام کے جاپ سے امر ہو گئے۔ اجامل۔ گج۔ ناماں۔ رو داس۔ پنگلا ویشیا رام نام کے پربھاؤ سے مکت ہو گئے۔ گنیش جی۔ والمیک جی۔ تلسی داس جی شبری۔ بھیلنی۔ گردھ راج سب تر گئے۔ رام نام کے سنگ سے پتھر سمندر کے اندر تیرائے گئے۔ اور ریچھ اور بندر بُدھی مان بنائے گئے۔ مگر رام نام جاپ والے خود کرت کرتے تھے۔ اور دوسروں سے کرت کراتے تھے۔ خود سدا چاری و بھگت ہوتے تھے۔ اور دوسروں کو سداچاری بھگت بناتے تھے۔ ودگر ہستی ہوتے

تھے۔ مگر آج کل نرالا کام چلا ہُوا ہے۔ ہر ایک گرہست چھوڑ بھگوے کپڑے رنگ یا سفید کپڑے پہن۔ سنت بن گیا ہے۔ رام نام کی ذمہ داری بغیر رام نام جپتا ہے۔ اور جیتا ہے۔ اور آلسی اور کاہل بن گیا ہے۔ اور یہی دُکھ کا سبب ہے۔

بھگتی

شردھا اور پریم سے اور اپنے دل و دماغ کی پوری اور مکمل طاقت سے راگ دویش رہت ہو کر اور "میں پن" کو نکال کر اور اپنے من اور اندریوں کو نگرہ کر کے سدا چاری بنکر اپنے کسی فرض کو ادا کرنا بھگتی کہلاتا ہے۔ فرض اپنا مقصد مدعا یا اِشٹ دیو ہے جسکو حاصل کرنا ہے۔ اور بیان شدہ طریقہ سے اپنے مدعا کو حاصل کرنے کا نام بھگتی کہلاتا ہے۔

اور فرض کو ادا کرنے والا بھگت۔ دوسرا آدمی بھگتی کی تعریف حسب ذیل کرتا ہے۔

اپنے رام۔ کرشن۔ واہگورو یعنی پرمیشور کو اپنا واحد سوامی جان کر اور اُس کو حاضر ناظر مان کر اور "سوارتھ" "میں پن" اور "راگ و دویش" کو اپنے اندر سے نکال کر اپنے من اور اندریوں کو نگرہ کر کے اور سدا چاری بنکر اپنے سوامی کے گنوں کا اُستر اپنے کر اور اپنے دھیان اور بھاونا کے اندر اِن گنوں کو دھارن کر کے لوگوں کے پر اُپکار کے لیئے کام کرنا اپنے گورو اور اِشٹ دیو کی بھگتی ہے۔ اِس طرح لگاتار لوگوں کے پر اُپکار کرنے والے بُلا شاہ کا قول ہے۔ کہ "ہتھ کار دل یار دل" علاوہ بھگت کبیر نامدیو۔ سَینا۔ روداس۔ دھنا وغیرہ جملہ بھگت اپنے ہاتھوں سے کام کرت کرتے تھے۔ مگر وہ اپنے موجودہ چیلوں کی طرح گدی بیٹھ۔ سنت۔ مہنت نہ تھے۔ جن کے اندر نہ رام نام کے جاپ کی شکتی ہے۔ نہ بھگتی ہے۔ اور نہ سدا چار ہے مگر

لوگوں کو رام نام جپاتے ہیں۔ نہ حقیقی بھگت ہیں۔ اور نہ بھگتی کے گُن رکھتے ہیں:

سداچار

برہمچریہ۔ اندری سینم۔ پرا اُپکار۔ پوترتا و پاکیزگی۔ چوری نہ کرنا۔ نمرتا۔ فروتنی سہن۔ شیلتا یعنی بُردباری۔ سچائی۔ دیانتداری۔ محنت۔ وفاداری اور دل و جان سے اپنے فرائض کی ادائیگی۔ وفاداری سے اپنے مُلک اور قوم کے لیے قربانی۔ وفاداری سے پرانی ماتر سے پریم۔ کُنبہ پروری۔ ویرتا یعنی بہادری۔ دلیری۔ جرأت خودداری۔ خود اعتمادی۔ بزرگوں کا مان و سیوا۔ بھراتری بھاؤ اپنے پڑوسیوں کو اچھی نظر سے دیکھنا و اُن کو سہولتیں بہم پہنچانا اور اُن کی دلجوئی کرنی۔ ایشور و شواس اور بھگتی اِن گُنوں کو دھارن کرنا اور ان پر عمل کرنا سداچار ہے۔ سداچار کا ہونا ہر ورن آشرم کے فرائض کو ادا کرنے والے کے لیے یکساں طور پر ضروری ہے۔ محض برہمچریہ کے پالن کرنے والا سداچاری نہیں کہلاتا۔ مگر برہمچریہ اور ان جملہ گُنوں کو دھارن کرنیوالا اور اُن پر عمل کرنے والا سداچاری کہلاتا ہے۔ سداچار سب ورن آشرم کے دھرموں کیلئے ایک سانجھے و مُشترکہ دھرم ہے۔ اگر ورن آشرم کے فرائض قالب ہیں تو سداچار رُوح۔ رُوح بغیر قالب اور قالب بغیر رُوح کسی کام کے نہیں ہیں۔

نوٹ:۔ اگر کسی جگہ پر برہمچریہ۔ تعلیم ورن آشرم کے دھرموں۔ بھگتی۔ سداچار کا لفظ استعمال ہو۔ تو اس سے یہی مراد ہوگی۔ یا اس کی وہی تعریف ہوگی۔ جو یہاں اُوپر درج کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بھگتی۔ سداچار وغیرہ کے غلط معنے یعنی بغیر گُن اور ذمہ داری کے ہیں۔ کیونکہ یہ نمائشی ہیں۔ حقیقی نہیں ہیں:

ایک صدی پہلے یا ملکہ وکٹوریہ کے عہد کے حالات

رام نام کا جاپ۔ بھگتی۔ سداچار۔ برہمچریہ۔ تعلیم۔ برہمن۔ کھشتری وغیرہ الفاظ کی تشریح دینے کا مدعا یہ ہے۔ کہ جب ہم کسی موقعہ و وقت پر جب ان الفاظ کو استعمال کریں۔ تو ان کا موضوع و مطلب وہی ہوگا۔ جو ان الفاظ کی تشریح میں درج ہے۔ اور اس اصطلاحی تشریح کے بعد چند واقعات آج سے سو برس پیشتر کے مختصراً پیش کیے جاتے ہیں۔ پرجا رکھشک معبود دیوی ملکہ وکٹوریا کے دلکش۔ پُر امید۔ لبھاؤنے رام راج کے اندر ہم سب سرگشت۔ مدہوش و مگن رہتے تھے۔ ہر فرد و بشر فارغ البال خوشحال و آزاد نظر آتا تھا۔ سب کے سب کھدر میں ملبوس نوعروس کی مانند ہشاش بشاش کودتے پھرتے تھے۔ سب کے سب وجیہ جسیم؛ قد آور تھے۔ لمبے تڑنگے و ونگے بھی تھے۔ ان کی جرأت دلیری و بہادری کی دھاک ہر طرف بندھی ہوئی تھی۔ وہ شان و شوکت جاہ و جلال اور عزت و مال سے بھرپور تھے۔ اور چہروں پر ایشور بھگتی اور پریم کا نور برستا تھا۔ دھرم شالاؤں۔ مندروں و دیگر ستھانوں پر ہر روز صبح و شام و دوپہر کتھا و کیرتن بذریعہ راگ باقاعدہ ہوا کرتے تھے۔ آنند و پریم کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔ لوگوں سے بھرا تری بھاؤ پرا پکار و اعتماد ٹپکتا تھا۔

جہاں پر سنت۔ مہنت۔ گدی پت۔ پنڈت وغیرہ سداچار بھگتی۔ رام نام کا جاپ وغیرہ کا اپدیش دیتے۔ اور اس طرح پریم۔ واحدانیت و الوہیت کا سمندر بہا دیتے تھے۔ وہاں پر خود بھی اپنے من کے اندر اپنی آتمہ کو پرماتمہ کے ساتھ ملانے اور پرماتما کے گنوں کا اپنے دھیان کے اندر دھارن کرتے رہتے تھے۔ علاوہ ازیں بچوں کو

مذہبی اور دُنیاوی تعلیم بھی دیتے تھے۔ یہی سَنت۔ مہنت۔ گدی پت۔ گرُو وغیرہ موجودہ سکولوں کے ماسٹران پروفیسران و پرنسپل صاحبان وغیرہ کی مانند ہوا کرتے تھے۔ اور دھرم شالائیں۔ مندر۔ مٹھ و ستھان وغیرہ موجودہ سکول کالج و دیالے و مہا ودیالیہ وغیرہ کا کام دیتے تھے۔ تعلیم ہندی۔ گورمکھی۔ ٹاکری یعنی لنڈے کے ذریعہ ہوتی تھی۔ کاپیوں۔ کاغذوں۔ سلیٹوں کی بجائے لکڑی کے تختیاں و تختے وغیرہ استعمال کئے جاتے تھے۔ انگریزی اُردو کا رواج نہ تھا۔ اور نہ بڑی بڑی بے شمار چھاپہ شدہ کتابیں تھیں۔ ان کی بجائے دستی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ نہ موجودہ فیشن کی بیماری تھی۔ اور نہ چٹ پٹے چھابڑی فروشوں کی خوردنی اشیاء تھیں۔ جیون سب کا سادہ تھا۔ خوراک سادہ تھی۔ بود و باش کا روبار وغیرہ ایسے تھے جس سے جسمانی ورزش بخوبی ہو جاتی تھی۔ مکانات ستھرے۔ ہوادار کھلے ہوتے تھے۔ اپدیش و تعلیم بلا معاوضہ تھے۔ اور ملک و قوم کی بھلائی کے واسطے سدا چار۔ برہمچریہ۔ اور نیک نیتی کے اصول بتائے جاتے تھے۔ لڑکوں کی رکھشا کی جاتی تھی۔ وہ گنوان۔ عالم شور بیر بنائے جاتے تھے۔ کیونکہ یہ آئندہ کی سنتان کا بیج ہیں۔ اور اس بیج سے عمدہ اور اعلیٰ سنتان پیدا ہو گی؛

دھرم کا یہ بھاؤ تھا۔ کہ حقیقت والے جیسے دھرماتما پیدا ہوتے تھے۔ کھشتری دھرم کو چمکانے والے ہری سنگھ۔ رنجیت سنگھ۔ رانا پرتاپ اور سیواجی پیدا ہوتے تھے۔ دوکاندار کم نفع پر دیسی اشیاء کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ خالص دودھ۔ گھی۔ آٹا۔ کھدر وغیرہ کی خرید و فروخت ہوتی۔ ایک ایک بیوپاری ایک ایک فرم والی برادرس ای۔ ڈی تیمپسن و والکرٹ برادرس جتنا بیوپار کرتا تھا۔ اور ہر ایک ساہوکار ایک ایک بینک یعنی پنجاب نیشنل بنک پنجاب سندھ بنک وغیرہ کے برابر کام کرتا تھا۔ مگر یہ سب پیسہ دو پیسہ کی ٹوپی پہنتے تھے۔ اگرچہ آنہ دو آنہ رسیدی ٹکٹ تمسک و

رجسٹری کرانے وغیرہ کا رواج نہ تھا۔ پھر بھی لوگ ہنڈی۔ پرچہ۔ لین دین و قرضہ دینے لینے کا کام کرتے تھے۔ ایک دوسرے پر اعتبار تھا۔ ان کو اعتماد ہوتا تھا قرضہ چھپ کر لیا دیا جاتا تھا۔ اور اس طرح کہ دیوار کو بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ قرضخواہ و مقروض دونو سدا جاری ہوتے تھے۔ کہ دیوالیہ کی نوبت نہ آنے دیتے۔ خدانخواستہ آ ہی جاتی پہلے اپنا جنازہ نکلواتے۔ اور اپنی موت کے چراغ کے ساتھ اپنے دیوالیہ ہونے کا چراغ بھی جلواتے تھے۔

اگر بے روزگاری اور بے کاری ہو جاتی۔ اور قحط پڑ جاتا۔ تو جگہ بجگہ رفاہ عام کے کام یعنی کنوئیں۔ باؤلیاں۔ دھرم شالائیں بنوانا شروع کر دیتے تھے۔ جہاں لوگوں سے معمولی اُجرت پر کام لیکر یعنی ان کے گذارہ کے لئے سبیل پیدا کر دیتے۔ وہاں عام لوگوں کے آرام و فائدہ کے لئے سرائیں۔ تالاب وغیرہ بنوا۔ ان کی ضروریات کو بھی پورا کر دیتے تھے۔ جہاں قحط۔ بے روزگاری۔ بے کاری نہ ستاتی تھی۔ وہاں لوگ سُکھ حاصل کر دعائیں دیتے تھے۔ عورتوں کا یہ حال تھا۔ کہ وہ مردوں کے ماتحت رہنے کے باوجود ان کی محتاج نہ تھیں۔ بیواؤں کے لئے دوبارہ شادی کا رواج نہ ہوتے ہوئے ان کے چلن و گذارہ کا سوال پیچیدہ اور حیران کُن نہ تھا۔ کیونکہ عورتیں اپنے امور خانہ داری کو اپنی لیاقت۔ محنت۔ حسن اخلاق سے سرانجام دیتے ہیں بہت مصروف و مستغرق رہتی تھیں۔ بیماری۔ محتاجی۔ غم و جھگڑے بوجہ مصروفیت ان کے نزدیک ہرگز نہ پھٹکتے تھے۔ اور اپنا کوئی اثر ان پر ڈال نہ سکتے تھے۔ ان کے گھران کے لئے مندر دھرم شالائیں ہوا کرتے تھے۔ اور ان کا پتی دیوا اور بیواؤں کے لئے ان کے بچے اشٹ دیو ہوتے تھے۔ اور یہ عورتیں پجارن ہوا کرتی تھیں۔ اپنے گھروں کو اس طرح صاف ستھرا اور سنوار کر رکھتی تھیں۔ جس طرح کہ مندر دھرم شالائیں صاف اور سجائی جاتی ہیں۔ مندر اور دھرم شالاؤں کے اندر بھوگ اور کڑاہ پرشاد اشٹ دیو کے آگے

رکھا جاتا تھا۔ اسی طرح اپنے سوامی کے آگے بھوجن تیار کر کے رکھ دیتی تھیں۔ آرتی کر کے بھوگ اور آنند صاحب کا پاٹھ کر کے کڑاہ پرشاد کا بھوگ لگوایا۔ اور پھر ہر دو کو بانٹا جاتا ہے۔ اسی طرح گھر کی پجارن یعنی عورتیں ایشور کے گُن اپنے مُکھ سے گاتی و ہاتھوں سے صاف بھوجن بناتی۔ گویا بھوجن پر پرمیشور کے گنوں کا سنسکار ڈال۔ اس کو پوتر کرتی تھیں۔ اور اپنے اِشٹ دیوتا کو پہلے کھلا اور پھر شیش یگ کی طرح خود کھایا کرتی تھیں۔ ایک وقت چکی پیستی۔ گؤ کی سیوا کرتی۔ اور دہی بلوتی تھیں۔

دوسرے وقت کپڑے سیتی و دھوتی بچوں کو سنوارتی اور ان کو کہانیاں سُنا سُنا گزران بناتی تھیں۔ بوڑھی عورتیں بچوں کے لئے دوائی بناتی۔ اور ان کی لالنا و رکھشا کرتی تھیں۔ اور لڑکیاں اس قسم کے کام عملی طور پر سر انجام دے۔ اپنی خوبصورتی۔ تندرستی قدر۔ عزت وغیرہ کو بڑھاتی رہتی تھیں۔ مگر موجودہ فیشن اور گھر کے کام کاج نہ کرنا حقیقی خوبصورتی۔ تندرستی۔ عزت وغیرہ بڑھانے والے نہیں ہیں۔ الغرضیکہ گھر سورگ اور شانتی ہوا کرتے تھے۔ دُکھ۔ غربت۔ جھگڑے وغیرہ نزدیک نہ آتے تھے۔

اس امن و چین کے زمانہ کے اندر جب ہم شان و شوکت۔ جاہ و جلال کیسانہ سب طرف سے سُرکھشت آرام کی زندگی کے اندر مست۔ مدہوش اور مخمور تھے۔ ہمارے لیڈر اور بزرگ ہماری طرح خواب خرگوش میں غافل نہ تھے۔ ہم کو زیادہ محفوظ اور خوشحال بنانے اور ہماری لیاقت و طاقت کو بڑھانے و آزاد کرنے کے لئے سبھائیں سوسائیٹیاں۔ سکول۔ کالج۔ لائبریریاں۔ یتیم خانے۔ بیوہ آشرم۔ گؤشالائیں۔ برہمچریہ آشرم۔ گوروکل۔ بینک وغیرہ کھولتے جاتے تھے۔ ان طریقوں سے اسباب و ذرائع پیدا کر دیئے گئے۔ کہ ہم اپنی جسمانی۔ دماغی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ تمدنی و معاشرتی۔ مالی وغیرہ حالات کو ترقی دیں۔ اور آزادی و سوراج کو حاصل کر لیویں۔ مسلم علماء و عیسائی مشنری صاحبان کے علاوہ پوجیہ شردھا رام۔ قابل تعظیم راجہ

رام موہن رائے۔ اور عالم ایشور چندر دت ساگر وغیرہ میدان کے اندر آئے۔ برہم سماجیں قائم کی گئیں۔ سوامی دیانند جی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ کانگریسیں۔ سناتن دھرم سبھائیں۔ سنگھ سبھائیں۔ ٹمپرنس سوسائیٹیاں۔ سیوا سمیتیاں۔ اکالی دل۔ و مہابیر دل وغیرہ وجود میں لائی گئیں۔ اور ان مختلف سوسائیٹیوں نے مختلف قسم کے مذکورہ بالا انسٹی ٹیوشن کھول دئے۔ گورنمنٹ نے بھی ڈسٹرکٹ بورڈ و کمیٹیاں قائم کیں۔ ہسپتال بنائے۔ نہریں نکالیں۔ ڈاکخانہ جات۔ تار۔ بے تار و ٹیلیفون کے دفتر جاری کر دئے۔ ریلیں۔ ٹریم وے و موٹریں جاری کر دیں۔ سمندری و ہوائی جہاز چلائے گئے۔ بجلی اور بھاپ سے چلنے والی بے شمار مشینیں اور کارخانے جاری کر دئے گئے۔ ریڈیو جاری کر لوگوں کو حیران کر دیا۔ ہمالیہ سے لنکا تک اور بمبئی سے رنگون تک بلکہ ساری دنیا کو ایک گاؤں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ ترقی اور آزادی کے ناممکن وسائل کو ممکن بنا دیا۔ اور چاروں طرف آرام و آسائش پیدا کر دی۔ ملک کے ایک کونے سے دوسرے تک ٹیلیفون و بے تار کے ذریعہ روبرو باتیں کرتے ہیں۔ اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر کرتے ہیں۔ اور صرف ایک دو دن صرف ہوتے ہیں۔

مگر ترقی و آزادی کے بیشمار وسائل بہم پہنچا دئے جانے کے باوجود ہندو اور ہندو لیڈر صاحبان ویسے نہیں رہے۔ جیسے پہلے تھے۔ ہر پہلو میں ترقی کی بجائے تنزلی کی ہے۔ کیونکہ ان کی حکومت اور عزت نہیں رہی ہے۔ جاہ و جلال اور شان و شوکت مفقود ہو چکا ہے۔ جسمانی۔ دماغی۔ روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی و معاشرتی کمزوریوں کا شکار بن چکے ہیں۔ بے کاری۔ بے روزگاری و کساد بازاری روز بروز بڑھ رہی ہے۔ حالانکہ جملہ سوسائیٹیوں سبھاؤں وغیرہ کے اصول اور پرچار اور کام یہ ہیں۔ کہ ہم جسمانی۔ دماغی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ ملکی و سیاسی ترقی کریں۔ اتحاد تنظیم۔ بھراتری بھاو۔ پراپکار کریں۔ جہالت و ذلالت اور جنگ و مخالفت دور کریں۔ اخوت و مساوات

حاصل کریں۔ لہذا صدق دلی و زبردست طریقہ سے دوستی۔ اتحاد۔ و دالشوری کے
بیج بونے سیکھئے کہ ہم آزادی و سوراج حاصل کریں۔ صنعت و حرفت سیکھیں۔
برہم چریہ و تعلیم حاصل کریں۔ ان سنہری اصولوں۔ اعلیٰ امنگوں اور جذبات و
بے نظیر کارناموں اور سچے خیرخواہ لیڈروں کی انتھک کوششوں کے باوجود قوم
اور ملک کی حالت بد ہے۔ اور بد سے بدتر ہو رہی ہے۔ اس کے ثبوت میں مختلف
اخبارات کے اقتباسات بطور شہادت پیش کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اخباروں اور مختلف لیڈروں
کے بیان ہیں:۔

ملک اور قوم کے موجودہ حالات

پہلے ہم حکومت۔ جاہ و جلال کو روتے تھے۔ اب ہم انسانیت کو روتے ہیں۔ ہم انسانیت کے
کوہ ہمالیہ سے گر کر بداخلاق کے گہرے سمندر کی طرف ڈوبنے کو جا رہے ہیں۔ ڈوب جانا مر جانا
ہماری قسمت میں لکھا ہے۔ ہر روز اغوا ہوتے ہیں۔ جرائم ہوتے ہیں۔ قرضے لیکر واپس دینا گناہ
خیال کیا جانے لگا ہے۔ برتھ کنٹرول کے نام پر ویبھچار کا پرچار کیا جا رہا ہے۔ فیشن کا نام
لیکر عورتیں تیتریاں بنتی جا رہی ہیں۔ اور مرد عورتیں بن رہے ہیں۔ کالجوں کے طلبا چہروں پر
پاؤڈر لگاتے ہیں۔ اور ہونٹوں کو لعل رنگت سے سرخ کرتے ہیں۔ سہاگ مہندی بھی لگاتے ہیں۔
اونچی ایڑی والے بوٹ پہنتے ہیں۔ ہر ایک طالب علم کے لئے ایک محبوبہ کا ہونا فیشن میں داخل ہے
اور ہر ایک طالبہ کے لئے چھپ چھپ کر خط لکھنا ایک عام بات ہو رہی ہے۔

گھروں کے اندر شانتی مفقود ہو رہی ہے۔ اور گھروں کے باہر جو چین تھا اس کا خاتمہ ہوا
چاہتا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ ہندوستان مذاہب کا ملک ہے۔ مذاہب کا گہوارہ ہے۔

ایشور بھگتی و پریم اگر دنیا میں کہیں سب سے زیادہ مفقود ہے۔ تو ہندوستان سے ہندوستان ایشور بھگتوں کا دیش تھا۔ تو بہت پرانے زمانہ میں جو اب افسانے ہیں۔ آج تو یہاں انسان انسان کا دشمن ہے۔ مذاہب کے نام پر پڑوسی کے پیٹ میں چھرے گھونپے جاتے ہیں۔ راہگیروں پر چھپ چھپ کر حملے کئے جاتے ہیں۔ مکان اور دکانیں لوٹی جاتی ہیں تباہی مچائی جاتی ہے۔ اور ایشور کی یاد تو اس طرح بھلا دی گئی ہے۔ جیسے اس کی کوئی ہستی ہی نہ تھی۔ اور نہ کوئی اس کا وجود تھا۔ بڑے بڑے لیڈر اپنا پیٹ پالنے میں لگے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے آدمی فسادات میں محو ہیں۔ ایشور سے نہ ان کو کوئی کام ہے۔ اور نہ ان کو! مندر مسجدوں سے لڑ رہے ہیں۔ مسجدیں مندروں پر ٹوٹی پڑی ہیں۔ گوردوارے اور گرجے آپس میں بھڑ رہے ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ اور یہ ہماری خدا پرستی۔ نوجوان خدا کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دہریہ پن کی زبردست لہر دوڑ رہی ہے۔ اور ان کے لئے نہ مذہب ہے۔ اور نہ خدا۔ اب نہ کیریکٹر رہا ہے۔ اور نہ ایمانداری۔ نہ ماں باپ کی خدمت اور نہ ملک اور قوم کا خیال کچھ باقی نظر نہیں آتا۔

ہندو جاتی بھیانک دور سے گذر رہی ہے۔ چاروں طرف مصیبتوں کی تاریک گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ ہندو قوم زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ہندو قوم میں سنگھٹن نہیں ہے، دیو استھانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ بیکاری و بے روزگاری کا بھوت ہزاروں نوجوانوں کو نگل رہا ہے۔ فلم کمپنیاں ہندوؤں کے اتہاس کی مٹی پلید کر رہی ہیں۔ ہندو جاتی کے نونہال لامذہبی اور ناستکتا کی لہر میں بری طرح بہے جا رہے ہیں۔ دیویوں کا کھلے بندوں اغوا کیا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہندو بھائیو! ہوش کی دوا کرو۔ شب و روز بار بار کٹ رہے ہیں۔ آنکھیں کھولو اور دیکھو۔ ہندو مردہ جاتی اغیار کی آنکھوں میں بمنزلہ صفر کے درجہ رکھتی ہے۔ اغیار کھیت چگ رہے ہیں۔ اور آپ کو بعد از بیداری دست تاسف ملنا پڑے گا۔

ہندوؤں کا سنسارک جیون راگ دویش یکت، نیچ اونچ بھاوسے پراگندہ چھل کپٹ کے وبہار یکت، مکر اور دشٹ واسناؤں سے دوشت ہو رہا ہے۔ ہندوؤں کے دلوں پر نراشا۔ دینتا اور بزدلی نے اپنا سکہ بٹھا لیا ہے۔ کئی طرح کی آدھی ویادھیوں نے ہندو سماج کو جیش پنید۔ ونشٹ اور چنچل منکھ کے جیون سے ملوث کر رکھا ہے۔ مکت پرشوں کی سنتانیں اور مکت پرشوں کے دیش کی واسی حالت بہ افسوسناک ہیں ہیں۔

ہندوستان کے یتیم خانے بیوہ آشرم اور گئو شالائیں ملک کے لئے مفید نہیں ہیں۔ اور پبلک کو ان سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ جرائم اور گناہوں کا مرکز ہیں۔ اور ان یتیم خانوں اور آشرموں کو لوگوں نے نہ صرف اپنے پیٹ پالنے کا ایک ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اور لوگوں کی خیرات اور بھیک دولی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہوا ہے۔ بلکہ یہ آشرم عورتوں کو اغوا کر کے ایک جگہ جمع کرنے کے اڈے اور یتیم خانے خلاف وضع فطری کے سنٹر ہیں۔

چلتی ہوئی ریل گاڑیوں وغیرہ میں وان کے لئے پیش کی جاتی ہوئی چندوں کا نصف روپیہ تو گداگری کرنے والے ایجنٹوں کی جیب میں جاتا ہے۔ اور باقی نصف ان آشرموں کے منیجروں کی تنخواہ کا حصہ بنتا ہے۔ اگر پبلک کے روپیہ کا ناجائز استعمال یہاں تک ہی محدود رہتا۔ تو پھر بھی ایک حد تک یہ قابل برداشت تھا۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ روپیہ یتیم خانوں اور ان آشرموں کے اندر خلاف وضع فطری اور زنا کے زیادہ کرنے کا باعث ہو رہا ہے۔ اور کوئی سال ایسا نہیں جاتا جبکہ ایسے واقعات پبلک میں نہ آتے ہوں۔

ایک ہندو طالب علم کالج میں وظیفہ لیکر گذارہ کرتا تھا۔ مگر بی۔ اے پاس کر کے کوشش کرنے کے باوجود اس کو نوکری نہیں ملی۔ اور اپنی بوڑھی ماں

اور ایک چھوٹی بہن کو بھوکے مرنے سے بچانے کے لئے چپڑاسی کی نوکری کی تلاش کی۔ مگر وہ بھی نہ ملی۔ اِس لئے بوٹ پالش کا کام شروع کیا۔ مگر اس سے بھی اُس کا گذارہ نہیں ہوتا۔

ایک ہندو بیکار بی۔اے معزز گھرانے کا نوجوان شام کو گھر آیا۔ اُس نے اپنے ننھے بچے کو پیار کیا۔ اور ہنس ہنس کر اپنی بیوی سے باتیں بھی کیں۔ بعد ازاں سیر کو باہر چلا گیا۔ مگر واپس گھر نہ آیا۔ اُس کی بڑی تلاش کی گئی۔ مگر اڑھائی بجے رات کو پولیس کے آدمیوں نے بیچے کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا۔ کہ تمہارے خاوند نے ریل گاڑی کے نیچے سر رکھکر خودکشی کر لی ہے۔

ایک اور شریف گھرانے کا ہندو نوجوان بی۔اے کئی دنوں تک بے روزگار رہا۔ اور اس کو نوکری نہ ملتی تھی۔ ایک روز اُس کی عورت جس سے اُس کو بہت پریم تھا۔ روٹھ کر میکے چلی گئی۔ جب وہ اس کو لینے کے لئے اپنے سسرال گیا۔ تو اس کو سُسر نے کہا۔ پہلے خود روزی کمانا سیکھو۔ روزگار مہیا کرو۔ اور پھر بیوی کو لے جانا۔ اتنے کہنے پر وہ گھر واپس آیا۔ اور خودکشی کر لی۔

ایک ہندو غریب تھا۔ اس کی چار لڑکیاں قابل شادی ہو چکی تھیں۔ کیونکہ ان کی شادی کے لئے کافی روپیہ جہیز کے لئے ضرورت تھا۔ اور روپیہ نہ ہونے پر ان کی شادی نہ ہو سکتی تھی۔ وہ ان کی شادی کرنے کی فکر میں دن رات مغموم رہتا۔ اور گھلا کرتا تھا۔ لڑکیوں نے اپنے باپ کے غم کا پتہ لگا لیا اور آپس میں مشورہ کر کے چاروں نے افیون کھا کر خودکشی کر لی اسکو برداشت نہ کر سکیں۔ دیگر ہزارہا ایسی مثالیں موجود ہیں۔ اور واقعہ ہو رہی ہیں۔ علاوہ اس کے ہزاروں اُدھیڑ عمر کے تندرست توانا آدمی جو کسی نہ کسی محکمہ میں تخفیف کا شکار ہو چکے ہیں۔ اپنی بیوی اور بچوں کیساتھ فاقہ کے دن کاٹ رہے ہیں۔ اور

بل بلاتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے۔
لڑکیوں و عورتوں کی تعلیمی درسگاہوں اور سیاسی و دھارمک جماعتوں کی نسبت ایک ہندو دیوی جو چوٹی کی لیڈر ہیں۔ فرماتی ہیں۔ کہ جو لڑکوں اور مردوں وغیرہ کا حال ہے۔ وہی لڑکیوں اور عورتوں کا بھی ہوگا۔ کیونکہ بہنوں اور ماتاؤں کے اخلاق اور سداچار کو زیادہ بلند کرنے اور ان کو زیادہ بہتر مائیں بنانے کے لیے مردوں نے کوئی سامان مہیا نہیں کیا ہے۔ مغربی سبھیتا نے مردوں کو تو اندھا کر دیا ہے۔ دیویاں بھی اندھی ہو رہی ہیں۔ جو خرابی و نقصان لڑکوں کو موجودہ تعلیم سے ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ وہ ضرور لڑکیوں میں بھی نمودار ہو رہیگا۔ اردو اور انگریزی ایک سانپ کی مانند ہیں۔ ان سے سُپتریوں کو بچانا چاہیئے۔ فیشن جو لڑکوں کو تباہ کر چکا ہے۔ وہ لڑکیوں کو بھی ضرور تباہ کر دے گا۔ اور کر رہا ہے۔ اگر مرد گرتے ہیں۔ تو گرنے دو۔ ان کی گراوٹ اتنی خطرناک نہیں ہے مردوں کی گراوٹ کی نسبت لڑکیوں کی گراوٹ بہت خطرناک ہے۔ لڑکوں کی گراوٹ سے تو ملک کو کسی تدبیر سے بچایا جا سکتا ہے۔ مگر جب دیویاں گر گئیں اور لڑکیاں خراب ہو گئیں تو سدھار غیر ممکن ہو جائے گا۔ دیش نہ بچ سکیگا۔ ہندو قوم اور دیش تباہ ہو جاویگا۔ "جب چڑیوں نے چگ کھیت لیا۔ پھر پچھتائے کیا ہوتا ہے"۔

دھرم شالائیں۔ مندر۔ مٹھ و دیگر ٹھکانے وغیرہ موجود ہیں۔ اور ان کے مالک گدی پت۔ گوسائیں۔ مہنت۔ سادھو وغیرہ بھی موجود ہیں۔ اور ان کے بے شمار چیلے چانٹے اور مرید بھی موجود ہیں۔ ان کے پاس کوئی برہم کی شکشا و وائیبل وغیرہ نہیں ہیں۔ باوجود اس کے ان کا پروپیگنڈا یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کتھا کیرتن کرتے ہیں۔ گورو دھارن کی تلقین کر لوگوں سے گورو دھارن کراتے ہیں۔ بھگتی و ست سنگ کی تلقین کر رام نام و واہگورو وغیرہ کا جاپ کراتے

ہیں۔ وہ اور سراپ کی روچک گفتائیں کرتے اور کرامتیں دکھلاتے ہیں۔
منتر۔ جنتر ٹونا بتلاتے اور دوائیاں بھی دیتے ہیں۔ بذریعہ دعا اولاد تعویذ
بھی بخشتے ہیں۔ سرکار سے مقدمات فتح کراتے اور ملازمتیں بھی دلواتے ہیں اور
پرشاد بانٹنے و دیگر خرچ کرنے میں ہر ماہ سینکڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں
اور یہ سب باتیں سلسلہ پراپتی کے نام پر کی جاتی ہیں۔ مگر لوگ زیادہ دکھی
ہوتے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان سب کا مدعا اور مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ مرید و
چیلے جانے بڑھیں۔ اور ان کو گدی بہت گرو وغیرہ تسلیم کیا جاوے۔
بڑھا دے اور بھینٹ وصول کر دوکانیں چمکائی جاویں۔ اور دھن اکٹھا
کیا جاوے۔ تا کہ بعد وضع کرنے خرچ پرشاد وغیرہ ان کے اور ان سنتانوں
کے لئے کافی دھن بچ جاوے۔ اور کسی بات سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔
کوئی قتل کیا جاوے۔ یا کوئی شہر جلایا جاوے۔ کوئی فیشن اختیار کرے۔
یا کوئی اردو انگریزی پڑھے۔ بے روزگاری نہ بے کاری بڑھے یا مالی
اقتصادی حالت بد سے بدتر ہو جاوے۔ ان کا محض مدعا یہ ہوتا ہے۔ کہ
گدی اور استھان چمکتا رہے۔ لیڈری قائم رہے۔ مال اور عزت اور نام
قائم رہے۔ اور دھن آتا رہے۔

جو لوگ جن ہندوستان کے مالی بن بیٹھے ہیں۔ وہ ہندوستان کی حالت سے
بے پرواہ ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ایک علاج ڈھونڈھا جا چکا ہے۔ وہ سوراج
ہے۔ تریاق ہے۔ امرت بوٹی ہے۔ اور اس سے سب باتوں کا علاج ہو
جاویگا۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کے برخلاف منافقین کام کرتی دکھائی
دیتی ہیں۔ گورنمنٹ جو ہندوؤں کی باڑ تھی۔ مگر یہی باڑ ہندوؤں کو کھانے
کے لئے دوڑ رہی ہے۔ کیونکہ جب ہندو چاروں طرف سے مخالفین کے

حملوں سے تنگ آکر رکھشا کیلئے گورنمنٹ کی خدمت میں جاتے ہیں۔ تو وہاں سے اُن کو لاتیں پڑتی ہیں۔ اور جواب ملتا ہے۔ کہ تم شرارت کرتے ہو باز آجاؤ۔ گاندھی کے پاس جاؤ۔

ہندوؤں کی پولیٹیکل زندگی پر کمیونل ایوارڈ کی کاری ضرب لگ چکی ہے مسلمان لوگ ایک لاکھ لائف ممبر اور ایک ہزار دن رات کام کرنیوالے ورکروں کی تلاش میں ہیں تاکہ ہندوؤں کے ایک حصہ کو کاٹ لیویں۔ اور اُن کو مجبور کریں۔ کہ وہ مسلمانوں کے ماتحت ہو کر رہیں۔ اور اُن کے ہر ذریعہ معاش کو ان سے چھین کر ان کو بھوکا مارنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ ساہوکارہ بل کبھی پاس ہوتا ہے۔ اور کبھی ایکٹ انتقال اراضی۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ کیا جا رہا ہے۔ ایک مسلمان لیڈر نے تو سکھوں اور ہندوؤں کو چیلنج دے دیا ہے۔ کہ اگر ملک کے اندر رہنا ہے۔ تو ان کو مسلمانوں سے مل کر رہنا ہوگا۔ کانگرس کی موجودہ پالیسی غلط ہے۔ اس نے ملک کو تباہ کر دیا ہے ہندوؤں کو تباہ کر دیا ہے۔ صحیح پالیٹکس بھول چکے ہیں۔ دور اندیش نہیں ہیں۔ اور سنگٹھن کا کوئی فکر نہیں ہے۔ ان کو کسی بات سے سروکار نہیں ہے۔ اور نہ مکمل آزادی کی فکر ہے۔ اگر کوئی فکر ہے۔ تو اسمبلی وغیرہ کے انتخابات ان کے سامنے ہیں:۔

ایک لیڈر کا بیان ہے کہ آریہ سماج کا اصول ہے کہ وِدیا کی بڑھتی ہونی چاہیئے۔ اور وید سب قسم کی ودیاؤں کا بھنڈار ہے۔ لہٰذا ۱۸۸۶ء میں ویدپرچار اور ٹیکنیکل تعلیم وغیرہ کے نام پر لوگوں سے دھن اکٹھا کیا گیا۔ تاکہ ایسی تعلیم ملک اور قوم کے بچوں کو دیکر ان کو گنوان کر دیا جاوے۔ اس اصول کو دیکھ ۱۸۸۶ء میں ہائی سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ جو کالج کی شکل میں اب لاہور میں موجود ہے۔ مگر ۱۹۳۶ء میں یعنی ۵۰ سال بعد ایک لاکھ سے زائد روپیہ اکٹھا کیا گیا۔ تاکہ ٹیکنیکل تعلیم دی جاوے۔ پچاس سال تو ہنرکاری خاص خاص طور پر پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اب دستکاری کا کام جاری کر دیا

گیا۔ کیونکہ اول الذکر کام گورنمنٹ کو اُس وقت ضرورت تھا۔ تاکہ قوم کے روپے سے گورنمنٹ کی مشینری کے پرزے پیدا کر دئے جائیں۔ اور اب موخرالذکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ پیدا شدہ پرزے ٹیکنیکل کام میں نہ لگانے سے سنبھالنا یہ کی جاتی ہے۔ کہ وہ باغی نہ بن جائیں۔ بغاوت کے کام کو بند کرنے کے لئے اور روزی کی سبیل پیدا کرنے کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ اگر اسی مطلب کے لئے کیا گیا ہے تو کیا یہ کام بھاپ اور بجلی کے ذریعہ کیا جاوے گا۔ اور یہ غیر ہندوستانی مال کا ہندوستان کی مارکیٹ کے اندر مقابلہ کر سکے گا۔ اور اگر ایسا ہے۔ تو ۱۹۳۳ء میں کیوں یہ کھولا گیا۔ مدعا عرض کرنے کا یہ ہے۔ کہ اس سے فائدہ عارضی ہے
گو یا وجود اس کے اس جماعت کے سرتاج لیڈر ہندو مہاسبھا کے آل انڈیا اجلاس لاہور کے اندر امداد کے لئے پرارتھنا کرتے ہیں کہ اے بھگوان! ہندو جاتی پر مصائب و آلام کے بادل چھا رہے ہیں۔ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کے اندر آگ و دویش موجود ہے۔ اور پھر ہندو مہاسبھا مذکور کا صدر منتخب کرتے ہوئے مختلف لیڈر بیان کرتے ہیں۔ ایک فرماتا ہے کہ ہندو اس وقت سخت تکلیف کے اندر ہیں۔ دوسرا فرماتا ہے کہ ہندوستان کے ہندو اس وقت اُلجھن کے اندر پھنسے ہوئے ہیں۔ تیسرا بتلاتا ہے۔ کہ ہندو جاتی کی حالت اس وقت قابل رحم ہے۔ سب یک زبان ہو کر خطرے کا الارم کر دیتے ہیں۔ اور اس لئے ہندو سخت گھبراہٹ کے اندر ہیں؛

جب حکومت کسی پر الزام لگاتی ہے۔ اور اُس کو پکڑ لیتی ہے۔ تو وہ اپنے دکھ نوارن کے لئے کیا کر سکتا ہے۔ اس کے پاس کیا چارہ ہے۔ وہ حکومت پر مقدمہ نہیں کر سکتا۔ وہ کونسل اور اسمبلی کے فیصلوں کو جس وقعت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ان کو وہ چنداں حوصلہ افزا نہیں پاتا ہے۔ اخبارات کی امداد اس کے لئے اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتی ہے۔ نہ کوئی کانگرس۔ سماج۔ سبھا وغیرہ اس کو بچا سکتی ہے۔ ان حالات میں وہ محبوب ترین راہبروں اور رہنماؤں کو کوستا ہے۔

اور اُن پر مکاری وغیرہ کے الزامات لگاتا ہے۔ اور آخرکار سزا پاتا ہے۔

آریہ سماج کا لیڈر اور اخبار کا مالک بیان کرتا ہے۔ کہ پچاس برس بعد وہ خوشیاں منانے کے لیئے اکٹھا ہونا چاہتے ہیں۔ گورو کلوں، کالجوں و سکولوں کے ہزار ہا ودیارتھی اور ودیارتھنیاں آنند منگل منانے کے لیئے اکٹھا ہونا چاہتی ہیں۔ اور آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب اپنی شکتی پردرشن کرنے کو تیار ہے۔ مگر اس پردرشن کی اجازت عین وقت پر نہ دیکر اور اس پردرشن کو بند کر کے گورنمنٹ سماج کو دکھ دیتی معلوم ہوتی ہے۔ سماج کو بڑا کشٹ ہے۔ بڑا ہی دکھ ہے۔ اس سے بڑھکر اس کو کوئی دکھ نہیں ہے۔ اس دکھ کو نوارن کے لیئے اور کشٹ رفع کرنے کے لیئے پنجاب گورنمنٹ کے پرائیویٹ اور چیف سیکریٹری صاحبان اور ڈپٹی کمشنر و سٹی مجسٹریٹ صاحبان لاہور سے بات چیت کی گئی۔ اور لاہور کے مشہور ناگرک نے جو گورنمنٹ کے ایک جلیل القدر عہدے پر مامور ہیں۔ کوشش بھی کی۔ مگر یہ سب کوششیں ناکامیاب رہیں اور دکھ بدستور رہا۔

اخبار یں۔ کسی لیڈر و انسٹی ٹیوشن کی ملکیت یا ان سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو حالت موخر الذکر کی ہے۔ وہی کم و بیش اول الذکر کی ہے۔ جب فرقہ وارانہ سوال ہو۔ یا گورنمنٹ کی پالیسی کا سوال ہو۔ یا کمیٹی۔ کونسل و اسمبلی کے چناؤ کا یا کوئی دیگر سوال پیش ہو۔ اور اگر آپ ان کے کالموں کو دیکھیں گے۔ تو ایسا معلوم ہوگا کہ یہ سب کے سب اپنے جوبن کے اندر ہیں۔ اپنے اپنے لیڈروں کے مفاد کے لیئے کام و پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ کی پیش کردہ پالیسی کا پروپیگنڈا اس طرح کرتے ہیں۔ گویا ان کے ایجنٹ معلوم دیتے ہیں۔ سوسائیٹیاں اور انسٹی ٹیوشنیں وغیرہ جو بڑی بڑی رقمیں ان سے دان کی شکل میں وصول کر چکی ہوتی ہیں۔ اور آئندہ بھی ایسی امید رکھتی ہیں۔ وہ بھی ان لیڈروں کے مفاد کے لیئے پروپیگنڈا کا کام کرتی ہیں۔ اور لیڈر ان قربانیوں کی قیمت بھی گورنمنٹ سے بشکل ممبری و خطاب وغیرہ وصول کر لیتے ہیں۔

لیڈر جب اہنسا پرمو دھرما کے اصول کے علاوہ جوگن میں منوانے ہو جاتے ہیں۔ اور پرکرم اور پرشارتھ کے رس کو جوش سے بہاتے ہیں۔ تو ایسا معلوم پڑتا ہے کہ ان کی آن میں پہاڑوں کو سمندروں میں غرق کر دیویں گے۔ اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ اور بعض دفعہ سرکاری مہمان بھی بن جاتے ہیں۔ جہاں لیڈر اپنی ذاتی و مالی نقصان کر کے اپنی قابل تعظیم بزرگی اور فوقیت و رتبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ وہاں اخبار ان کے متعلق پھر لمبی تحریروں سے اخباروں کو پُر کر کے اخبار دنیا کی بکری میں اضافہ کر لیتے ہیں۔ اور اس بڑھی ہوئی بکری سے ڈکیتی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ ان اخباروں اور لیڈروں کے اُپدیش کے اندر اور تعلیم کے اندر پبلک مفاد کیساتھ ساتھ ان کے اپنے مفاد کا جزو بھی شامل ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنا نام و مفاد و شہرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔

اگر ہندوستانی اور برطانوی کیریکٹر کا مقابلہ آج کریں۔ تو سب کو پتہ لگیگا۔ کہ برطانوی قومی کیریکٹر ہندوستانی کیریکٹر سے بدرجہا بہتر ہے۔ کیونکہ اول الذکر قوم کے اندر بہادری سچائی و دلیری ہے۔ زندگی کے اندر نظام ہے سماجی اخلاص ہے۔ حب الوطنی ہے۔ اپنے ساتھی اور ملک کے لئے مرمٹنے کی خواہش ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستانیوں کے اندر کیا ہے۔ سب اُلٹی خصلتیں ہیں۔ جو لیڈر ہیں وہ غدار ہیں۔ ان غداروں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ نہ صرف جسمانی لحاظ سے مگر روحانی و ذہنی طور سے بھی کمزور ہو رہے ہیں۔ وہ لالچ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پاپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ مذہب کے نام پر لڑنا چاہتے ہیں۔ مگر مذہب کے نام سے ناواقف ہیں۔ انہیں قربانی کا مادہ و جذبہ بھی نہیں ہے۔ انہیں اپنی زندگی و شہرت و دولت سے محبت ہو گئی ہے۔ وہ ان کو کسی طرح بھی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ان کے واسطے وطن۔ قوم۔ انسانیت یعنی سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ مگر نمائشی لیڈر ضرور ہیں۔ ملک کی بدقسمتی ہے۔ کہ نہایت غیر ضروری معاملات کو مذہبی رنگ دیکر عوام کے جذبات کو بھڑکا کر لیڈران اپنا اُلو

پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ سوائے خون ریزی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور اس گناہ کے ذمہ دار ایسے اصحاب ہیں۔ جو ذاتی غرض کو سامنے رکھکر رہنمائی کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اگر ان فسادات کی تہہ میں دیکھا جاوے۔ تو سوائے خود غرض اشخاص کی مطلب برادی کی چالوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ ملک اور قوم ہر پہلو میں مقابلتاً زمانہ ملکہ وکٹوریہ بد ہیں۔ اور بد سے بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

بیماری کی تشخیص

"آگ کے گن ہیں۔ کہ پرکاش دیتی ہے۔ گرم ہے اور جلا دیتی ہے۔ کیا آگ کے گنوں کی طرح گنوں والی برہم کی شکتی۔ آتم شکتی۔ ورد شراپ کی شکتی یا وایکیہ بل کسی برہمن سنت۔ مہنت۔ سادھو وغیرہ کے اندر موجود ہے۔ جس کے ذریعہ کسی ہندو اور ہندو جاتی سے سنکٹ و تاپ سنتاپ نوارن کر دئے جائیں۔ اور گئوکشی کو بند کیا جا سکے! وناپس کے لڑائی جھگڑے بند کئے جا سکیں۔ وید۔ گیتا۔ پوران پاٹھی۔ ویدانت۔ دلشنوی۔ رام نام روا ٹھوندی کی بھگتی وغیرہ کی موجودگی ہیں واقعہ شدہ و ہونے والی بیماری و دکھوں و مصیبتوں وغیرہ کو نیست و نابود کیا جا سکے۔ اور لوگوں کو اکشیوینہ فان وغیرہ بنا دیا جائے ہر دوار کے پلیٹ فارم پر اوروشی کیش کے اندر بہتوں سے جب یہ سوال کیا گیا۔ تو بجائے جواب دینے کے سوال کنندہ کو عیسائی۔ سماجی اور سوال کو ہیر پھیر کر شیوالا کہہ کر شرارت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی سوال کو رشی کیش کے اندر سنتوں۔ مہنتوں کے آگے دہرانے پر جواب ملا۔ کہ ست یگ کے زمانہ کے اندر رشیوں منیوں وغیرہ کی طاقت تالاب کے جل کے اندر کیڑوں کی طرح کرنے کے لئے نہ تھی۔ تو کلجگ کے زمانہ میں ورشراپ یا وایکیہ بل کی شکتی کہاں ہو سکتی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ کیفیت بھی دی۔ کہ کسی لیڈر یا لوگوں کی کسی جماعت نے

ان کو اس قسم کی درخواست تو کبھی نہیں کی ہے جیسا کہ گورو گوبند سنگھ جی کے دربار میں لوگوں نے پکار کی تھی۔ کہ ان کے مصائب کو دور کیا جاوے۔ پس جب کوئی ایسی درخواست و پکار ان کو نہیں کی گئی ہے۔ لہذا کوئی مصیبت ہے ہی نہیں۔ سوال فضول ہے۔

رشی کیش کے اندر ایک ادہنجی کوٹی کے سادھو سے جو انگریزی میں لائق ہیں۔ یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جاتی سنکٹ و دُکھ کے نام تک کو نہیں لینا چاہیئے۔ جب انسان خود اونچا ہو جائیگا۔ تو جاتی خود بخود اونچی ہو جائیگی۔ رام نام واہگورو وغیرہ کا جاپ کرو۔ سب سنکٹ دور ہو جاویں گے۔ جاتی اور ہند کے کشٹ بھگوان نے خود دور کرنے ہیں۔ ہندوستان انگلینڈ۔ امریکہ۔ جاپان وغیرہ ملکوں کو بھگوان نے کرموں کے مطابق پھل خود دینا ہے۔ یہ کام بھگوان کا ہے۔ بھگوان نے ہندوستان کیساتھ رعایت تھوڑی کرنی ہے۔

رشی کیش کے ایک اور ودوان پنڈت سادھو کی سیوا میں یہی سوال دہرایا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہندو اور ان کے لیڈروں نے اونتی کا نام ادھنتی رکھا ہوا ہے۔ ہندو جاتی کام ادھنتی کے کرتی ہے۔ مگر نام اُونتی رکھا ہوا ہے۔ لہذا یہ قوم ادہوگتی کو جا رہی ہے۔ جب اس کو زیادہ ٹھوکر لگیگی۔ درست راستے پر آ دیگی۔ تب سمجھیگی۔ اور ہوش میں آ دیگی۔ اس نے ذرا اور گرنا ہے اس جاتی کے مند بھاگ کے دن ہیں۔ دلوں کا پھیر ہے۔ اور دُکھ برداشت کرنے دو۔

ایک اور سادھو کی خدمت میں سوال دہرایا گیا۔ اور جواب ملا۔ کہ دوسرا پپ۔ واکیہ بل یا آتم شکتی لُپت ہو چکی ہے۔ موجود نہیں جس سے دُشٹوں کا دلن کیا جا سکے۔

گدی پتوں۔ مہنتوں۔ آریہ سماجوں۔ برہمن۔ سناتن دھرم و ہندو سبھاؤں۔ سیوا سمیتیوں مہابیروں وغیرہ وغیرہ جماعتوں کے ذمہ دار ادھکاریوں و لیڈروں کی سیوا میں یہی سوال دُہرایا گیا۔ تعلیم و برہمچریہ کا کام ان کے ہاں ہوتا ہے۔ کیا تعلیم اور برہمچریہ کے گن موجود ہیں؟ برہمنوں۔ کھشتریوں کے گن موجود ہیں؟ کیا دیوتاؤں کے گن موجود ہیں؟ کیا ان کی ذمہ داری و طاقت موجود ہے۔ اور برہمنوں۔ گؤوں۔ ہندوؤں وغیرہ کی رکھشا کرنے کا مقصد و

اصول بنا کر اور اُس پر عمل کر کے اُن کو کامیاب بنانیکی کونسی طاقت ان کے پاس موجود ہے کیا واکیہ بل۔ باہو بل یا پھتی بل کی طاقت ہے۔ جس کے ذریعہ سب کی حفاظت کرنے کے کام کو کامیاب بنا دیا جاوے۔ اور سب کے دُکھ دُور کر دئے جاویں۔ باقاعدہ خطوط لکھنے پر بھی جواب نہیں دیا ہے۔

پس پہلی تشخیص یہ ہے۔ کہ ودیا اور سراپ کی شکتی۔ واکیہ بل۔ آتمہ کی شکتی موجود نہیں ہے۔

دوسری تشخیص: یہ واکیہ بل یا آتمک شکتی وغیرہ کی عدم موجودگی ہیں دوسری شکتی تشدد۔ باہو بل وغیرہ کی ہے پُرشارتھ کی ہے جس کے ذریعہ کسی ہندو اور ہندو جاتی کے مصائب و آلام وغیرہ ناش کر دئے جاویں۔ اور گؤ کشی کو حکماً بند کیا جاوے۔ افلاس مفلسی کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر پھینک دیا جاوے کیا مہا بیر ہنومان کی ایسی شکتی موجود ہے؟ اور یہ سوال اس شکتی کے وشواسی لیڈروں سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان لیڈروں کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ جدید کھشتری وہ ہیں۔ جو دشمنوں کو آسمان سے بم پھینک کر تباہ کر دیتے ہیں۔ بیس پچیس میل پر توپوں کے گولوں سے دشمن کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ مشین گنوں۔ بندوقوں۔ ریوالوروں سے دُور ہی دُور سے گولیوں کی موسلا دھار بارش کر کے ان کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ دُور دُور سے اپنوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیتے ہیں:

باہو بل و باہو بل کے جدید ہتھیاروں کے بغیر موجودہ لیڈر مہاجان ہند کے شور بیر نونہال نوجوانوں کو گورو گوبند سنگھ جی اُن کے صاحبزادوں۔ راجستھان کے بیر راجوں اور مہارانیوں۔ رانا سانگا۔ سیواجی مہاراج کے بیر رس بھرے ولولہ پیدا کرنے والے کارناموں کو سُنانے کے بہانے ان کو ایک جگہ اس طرح کیوں جمع کر دیتے ہیں۔ اور کر رہے ہیں جس طرح بلاؤں سے پرندوں کی حفاظت کی طاقت نہ رکھتا ہُوا ایک بھگت ان کو چُگ ڈال کر اور اکٹھا کر کے بلاؤں سے انکو پکڑوا اور مروا ڈالتا ہے۔ جب موجودہ لیڈروں کو اپنی حفاظت کی طاقت نہیں تو وہ پڑوسیوں اور قوم اور مُلک کی حفاظت کرنے کا اصول کیوں بناتے ہیں۔ اور پھر اس اصول کے مطابق ان کی حفاظت کرنے کا دم کس طرح بھر سکتے ہیں۔ یا لیڈر اور نوجوان باہو بل بغیر کس طرح اپنی حفاظت کرنے کے قابل اپنے آپ کو بناتے ہیں۔ خاصکر اِن سب کو معلوم ہے

کہ ایک صدی سے انگریزی راج اور حکومت قائم ہونے کے ساتھ مذکورہ بالا ہتھیاروں کا
رکھنا اور استعمال کرنا بند کر دیا گیا تھا۔ اور قانوناً کھشتر دھرم کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ اور
ایک صدی سے کھشتر دھرم کے ہتھیاروں کو استعمال نہ کئے ہندو کھشتر دھرم کے ناکارہ
بن گئے ہیں۔ اور کھشتر دھرم کی عظمت اور ضرورت کو محسوس ہی نہیں کر سکتے ہیں۔ روٹی
کمانے کی فکر اور روٹی کمانے سے وقت کی قلت و بچت ہر دو باہو بل کے حصول کیطرف
ان کو متوجہ نہیں ہونے دیتے۔ لیڈروں نے ملٹری کو ریں بنانیکی سکیم اور اس کی ضرورت کو
لوگوں کے سامنے نہیں رکھا ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ باہو بل کی ضرورت ہے۔
جسکے نہ ہونے سے جملہ کام ناکامیاب ثابت ہو رہے ہیں۔ اور اگر یہ غلط نہیں ہے تو ہندو قوم
کی حفاظت۔ قوم اور ملک کی آزادی کے حصول کیلئے اصول حرف غلط کی طرح جملہ سوسائٹیاں کو
اپنے مقاصد سے ہٹ دینے چاہئیں۔ باہو بل کے ذریعہ صرف لوگوں نے ہی تو ہندوؤں کے دیوتا ورن
اگنی بجلی۔ وایو وغیرہ کو قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اور یہی دیوتا ان کے جملہ کام سر انجام
دے چکے ہیں۔ اور دیتے رہتے ہیں۔ باہو بل کی کمی ایک بیماری ہے۔ جو ہندوؤں کے
اندر موجود ہے۔ ورنہ دھارمک ستھانوں یعنی پریاگ۔ بنارس۔ متھرا۔ ہری دوار وغیرہ
کی مٹی پلید ہونے کو برداشت نہ کر سکتے ؛

تیسری تشخیص :- ہندوؤں کے پاس دھن نہیں ہے۔ عام طور پر ہندو غریب ہیں۔
دولتمند تھوڑے آدمی ہیں۔ دھن سرکاری نوٹ اور سکہ جات ہیں۔ ہر ایک کو ان کی ضرورت
ہے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ ہم اپنے پیٹ کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ اپنے ننگے بدنوں کو گرمی و
سردی سے بچاتے ہوئے ڈھانپتے ہیں۔ مکان بنا کر رات کے وقت آرام کی نیند سوتے
ہیں۔ اپنی اور اپنے بچوں کی تعلیم کا بندوبست ان کے ذریعہ کرتے ہیں۔ بیماری اور بڑھاپے
کے وقت بغیر کام کئے یہ ہماری جملہ ضروریات کو بہم پہنچا دیتے ہیں۔ سرکاری ٹیکس وغیرہ ان کے ذریعہ
ادا کرتے ہیں۔ غرضیکہ جملہ کاروبار نوٹوں اور سکہ جات کے ذریعہ سر انجام پاتے ہیں ؛

نوٹ اور سکہ جات سرکاری منٹ یعنی ٹکسال کے اندر ساخت ہوتے ہیں۔ اور ہندوؤں کو
ملازمت کر کے یہ حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ملازمت کا دروازہ بند کیا جا چکا ہے۔ اور کیا جا
رہا ہے۔ غیر ہندوستانیوں نے ہند کی اجناس کی خرید کو کم کر دیا ہے۔ اور جرمنی نے تو کھلیاں
کی خرید کو قطعی بند کر دیا ہے۔ پس نوٹ اور سکہ جات کی درآمد بذریعہ خرید جنس بہت کم
ہو گئی ہے۔ بذریعہ تجارت ہندوؤں کے پاس نوٹ و سکہ نہیں آتے ہیں۔ کیونکہ تجارت
کی جان ہندوؤں کے پاس نہیں ہے۔ تجارت کی جان خبر رسانی و باربرداری کے
ذرائع ہیں۔ اور یہ جملہ ذرائع یعنی ریل۔ موٹر۔ جہاز۔ ہوائی جہاز۔ ٹرام وے۔ تار
بے تار۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو وغیرہ اور ڈاکخانہ جات وغیرہ ہندوؤں کے ہاتھ نہیں ہیں۔
دوکانداری۔ مزدوری۔ تجارت نہیں ہے۔ لہذا نوٹ اور سکہ جات کی درآمد بذریعہ تجارت
نہیں ہے۔ اور جو ہے تو بہت تھوڑی ہے۔ ہندوؤں کے پاس کانیں وغیرہ بھی نہیں ہیں۔
جن سے یہ دھات نکال کر ان کی فروخت کے ذریعہ نوٹ اور سکہ جات حاصل کر لیویں۔

بیمہ کمپنیاں نوٹ اور سکہ جات کو پیدا نہیں کرتیں۔ کیونکہ جہاں وہ ایک صد پالیسی
پالیسی فی ایک ہزار جاری کرتے ہیں ۵ کو فوراً ہزار ہزار روپیہ فی صاحب کا ادا کر دیتے ہیں۔
وہاں بقایا ۹۵ کو غریب بھی بناتے رہتے ہیں۔ کیونکہ بیس تیس سال کے بعد ان کو کم و
بیشی ادا شدہ روپیہ واپس کرتے ہیں۔ اور اس طریقے سے نوٹ اور سکہ جات میں
کوئی اضافہ نہیں کرتے ہیں۔ مگر چند ذاتی بیوپاریوں کے کہ یا تو بڑے طریقے پر لوگوں سے
وصول شدہ روپیہ کی بمعہ سود ۳ فیصدی کم از کم روپیہ اور زیادہ جو کچھ ان کی قسمت
میں آتا ہے۔ ان کی موت پر ان کے پسماندگان کو ادا کرنے کا وعدہ کر کے سوسائٹیاں قائم
کی تھیں۔ مگر ان کے گزر جانے پر ان کے جانشین بدنیتی و بے ایمانی سے ملازموں کی ناجائز
طور پر تنخواہیں اضافہ کر کے اور اشیاء کی خرید اجی زیادہ قیمت وغیرہ دیگر خرابیاں پیدا کر کے
گورنمنٹ کو مجبور کر رہے ہیں۔ کہ ایسی کمپنیوں کو بیمہ کمپنی بنا دیا جاوے یا اس کو توڑ دیا

جاوے۔ تاکہ اس کے سرمایہ اشتی تعدادی تقریباً گیارہ لاکھ کو خورد برد کر دیا جاوے۔ اور کئی ایسے فنڈ اور ٹیکس لگے ہیں
ثابت ہو کہ اس طرح سکہ جات میں اضافہ نہیں ہوتا ہے۔ سکہ جات کی درآمد کے مقابلے میں ان کا نکاس زیادہ ہے۔ کیونکہ
ہندو ہر گونہ مالیہ زمین۔ آبیانہ۔ انکم ٹیکس۔ چونگی۔ کورٹ فیس۔ طلبانہ۔ ذرنسکات فیس رجسٹری۔ قیمت کارڈ لفافہ جات
ٹکٹ منی آرڈر کرایہ ریل موٹر ہوائی جہاز ادا کرنے پڑتے ہیں۔ قیمت تار دبے تار موٹر۔ سائیکل موٹر سائیکل مختلف قسم
کی مشینیں کلیں۔ مال اسباب کانچ و بجلی مینا کاری عینکیں۔ فونوگرافی۔ فوٹوگرافی۔ ریڈیو دوائیات گوٹہ کناری پارچات
کھانڈ شراب اشیا خوردنی وغیرہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ علاوہ اسکے اجرت ملاح کمہار جولاہا موچی۔ درزی ایلچی ترکھان
لوہار۔ کسان۔ مالی۔ رنگساز۔ مراسی۔ بہشتی۔ گاڑیاں۔ شتربان۔ چوکیدار۔ دھوبی۔ نلکی۔ ٹوکرہ وغیرہ بذریعہ سکوں و
نوٹوں ادا کیجاتی ہے۔ نیز تعلیم کیلئے فیس قیمت کتابیں کھیل کود کا سامان سلیٹ وغیرہ نوٹوں و سکوں کے
ذریعہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ پس ثابت ہے کہ سکہ جات کی برآمد یعنی خرچ زیادہ ہے اور اس غریبی کیوجہ سے مجبوراً اربوں
روپے کا سونا غیر ہندوؤں کے ہاتھ جا چکا ہے اور ہند سے باہر جا رہا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کے پاس دھن کو حاصل
کرنے و حفاظت کرنے کا کوئی گن یا طاقت یا شکتی بل نہیں ہے۔ یہ ایک بیماری ہے جسکو دور کرنا ہے۔

چوتھی تشخیص ~~...~~ برہمچریہ و تعلیم سداچار بھگتی۔ رام نام واہگورو کا جاپ۔ دھرم و دیش کے نام پر بیشمار انسانی قیمتی
جانیں قربان کی جا چکی ہیں اور کی جا رہی ہیں۔ اور کروڑہا روپیہ صرف کیا جا چکا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ مگر برہمچریہ و تعلیم
سداچار وغیرہ کے گنوں و ذمہ واریوں کو حاصل نہیں کیا ہے تاکہ یہ گن یا ذمہ داریاں ہم کو واکبل۔ باہوبل و شکتی بل
دے دیتیں۔ قیمتی جانیں و روپیہ ایک پانی کی مانند ہے۔ پانی بخارات و بادلوں کی شکل اختیار کر کے بارش کے ذریعے
زمین پر پڑ کر اس کو شاداب و سرسبز کرتا ہوا سمندر میں واپس چلا جاتا ہے۔ مگر بیشمار قربان شدہ قیمتی جانیں و خرچ شدہ
روپے نے برہمچریہ و تعلیم سداچار و بھگتی۔ رام نام و واہگورو۔ دھرم یا قوم کے گنوں و ذمہ داریوں کی شکل اختیار
نہیں کی ہے۔ ان ذمہ داریوں اور گنوں کی لیاقتیں و طاقتوں سے لوگوں نے دھن کو حاصل نہیں کیا ہے۔ باہوبل و الشوریہ
کو حاصل کیا ہے جس کے ذریعے ملک اور قوم کو آزادی دلائی جا سکے۔ اور نہ آتمک شکتی حاصل کی ہے جس
کے ذریعے جماعتی مضبوطی۔ بھراتری بھاؤ و قومی بھاؤ کو حاصل کر لیتے۔ بجائے اس کے بے اعتمادی و بے اعتباری
کیوجہ سے لوگ علیحدگی پسند و شخصیت پسند ہو گئے ہیں۔ سچائی۔ انصاف۔ رواداری۔ محبت کا خون ہو رہا ہے۔
ہندو و اچھوت مسلمان و عیسائی کیا ہے بڑے بڑے تیرتھوں۔ استھانوں۔ ہردوار متھرا وغیرہ کی مٹی پلید
ہو رہی ہے۔ لیڈر لیڈر سے۔ باپ بیٹے سے۔ بھائی بھائی سے۔ ماں لڑکی سے و دوست دوست سے لڑ کر
ہمارے گھروں کے راز اس طرح فاش کر رہے ہیں جس طرح آٹھویں صدی کے اندر یہ راز فاش ہوا تھا۔ کہ ہندو
ہندو کا دشمن ہے اور محض یہی وجہ تھی۔ کہ محمد قاسم و محمود غزنوی نے ہندوستان پر پے درپے حملے کر اس کو لوٹ

لیا۔ اور تباہ کر دیا۔ اور بارھویں صدی کے اندر سے جے چند لیڈر نے پرتھوی راج لیڈر سے لڑ کر محمد غوری کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ اور اٹھارھویں صدی کے اندر مرہٹوں نے مرہٹوں اور سکھوں نے پوربیوں اور سکھوں کے برخلاف لڑ کر انگریزوں کو راج دلایا تھا۔ اور بیسویں صدی کے اندر تعلیم برہمچریہ یا قوم و دھرم کے نام پر مختلف سوسائٹیاں کھول ڈالیں۔ میں لڑا کر خراب کیا۔ اس کے تاکو نسے کھدر ہوا اور زیادہ قیمت پر فروخت کرا کر کھدر و سودیشی کے نام پر پورن سوراج دلانیکا بہانہ کر کے کھدر و سودیشی اشیاء کے استعمال ہونے کے باوجود ایسٹ انڈیا کمپنی اور ملکہ وکٹوریا نے راج لے لیا تھا۔ اور اسی طرح دھرم و رام نام کے بہانے سے لوگوں کو لوٹ کر ہندو قوم و ہند کو تباہ۔ بے کار۔ بے روزگار و کمزور کیا جا رہا ہے کیونکہ ہندو اپنے دھرم۔ قومیت برہمچریہ تعلیم۔ سداچار وغیرہ سے گنوں بغیر جانور کی طرح زمین پر گھومتا پھرتا ہے۔ اس طرح اس کا لیڈر و اسکی سوسائٹی ہے۔ یہ ایک بیماری ہے۔ جس کو ہم نے دور کرنا ہے یعنی انسانی اختیار دل و گنوں کا حاصل کرنا ہے:۔

علاج

ہر ضلع کے اندر آریہ سماج۔ سناتن دھرم سبھا۔ سنگھ سبھا۔ سیوا سمتی۔ مہابیر دل۔ گدی پت۔ منت مہنت وغیرہ جو ہیں۔ ہر سوسائٹی کے پردھان۔ منتری۔ لیڈر۔ اخبار کا مالک۔ گدی پت۔ چودھری مہنت و مٹھ دھاری اور ہر ہندو جو اٹھارہ سال سے کم نہ ہو۔ سب مل کر ایک سبھا بنا لیویں جس کا نام "کل ہند ہندو پرتاپ یا سوئم سدھار سبھا" رکھ لیویں۔ اور اس کا ہر ممبر کم از کم ۲ آنہ چندہ ماہوری اور تحریری درخواست ممبری دے دیوے۔ اور اپنے عہدیداران کا چناؤ بھی کر لیویں۔ نیز پیسے کا کاروبار گوا ہوؤں کے مطابق چلانے کے لئے کمیٹیاں یعنی بائی لاز بنالیویں۔ ضلع کے نمائندہ یا پرتی ندھی اپنے ضلع یا صوبہ در صوبہ کے پرتی ندھی ہندوستان کے اندر ہندوستان کا کھویا ہوا بھاگیہ و ندھی اپنی طاقتوں اور لیاقتوں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور سبھا کے مقاصد حسب ذیل ہونے چاہئیں۔

قواعد و ضوابط

برہم ایک ہے۔ وہی ایک ہر جگہ موجود ہے۔ دیکھتا ہے۔ اور سب کا انتریامی ہے۔ جیوتیوں کی جوت تجلیوں کا تیج اور جملہ شکتیوں کی شکتی ہے رکھشا کرنے والا و پالنے والا وہی ہے۔ اور سب کا سہارا بھی وہی ہے۔ اننت۔ اکھنڈ۔ ابناشی۔ اجر۔ امر۔ ابھے۔ اشوکی۔ سب کا کرتا و اکال پُرکھ وہی ایک ہے۔ وہی سُنسار دنیا کا بھنڈار ہے۔ وہی مہان ہے۔ سب پرکار کے سکھ۔ منتر۔ برہمچاری میں۔ آلینٹوریہ۔ نستر سے دلانے والا ہے۔ وہی لیپنی دینے والا اور وہی دکھ دور کرنے والا ہے۔ ان تمام گنوں کا واحد مالک ایک برہم ہی ہے جس کے انیک دوسرے نام اوم۔ رام۔ کرشن۔ واہگورو وغیرہ ہیں۔ اور اسی ایک سے گنوں کو ایک گھنٹہ صبح و شام اپنے دھیان کے اندر دھارن کر کے سمرن کرنا:۔

۲ - ویدک آشرم دھرموں - واکیہ یا بو دکپتی یا بھگتی رام نام وا گورو کے جاپ - سداچار برہمچریہ - تعلیم دیوتاؤں کی تعلیم - ایشور یہ وبشرے کے گنوں و ذمہ واریوں کو اپنے - اپنے بڑے بیوں اور قوم و ملک کے پر اُپکار کے لئے حاصل کرنا و کرانا اور ایسے گنوں کا اپنے اندر موجود ہونیکا ثبوت بہم پہنچانا -

۳ - لوگوں کے لئے عموماً و اپنے ممبروں کے لئے خصوصاً روزی کی سبیل کسبی ویدک آشرم دھرم کی ذمہ داریوں و گنوں کے بیلنے پیرم و کمرنا پورک سچائی و انصاف کو مد نظر رکھ کر اُتساہ و حوصلے کے ساتھ ہنسنے ہنسنے پیدا کرنی و کرا دینی اور اسی طریقے سے ایک دوسرے کی امداد کرنی و اس کا عملی ثبوت دینا -

۴ - جس سوسائٹی کا پردھان و منتری سبھا ہذا کے ممبر بن چکے ہیں - اُس کے اصولوں کی بھاونا کے مطابق و اسی طرح ایسے لیڈر رکھوئی ہیت وغیرہ کے کاروبار کی بھاونا کے مطابق ان سب کو کوئی ویدک آشرم دھرم مقرر کرنا و ان کے گنوں کی ذمہ داریوں کی مطابق عملی کام کی مقدار و اس کا ثبوت حاصل کرنا - اور اسکے مطابق آمدن خرچ کا بجٹ بنانا و حساب پڑتال کرنا و کرانا اور سب بات کا عملی ثبوت بہم پہنچانا -

۵ - ممبران و جملہ سوسائٹیاں کے باہمی تنازعات و حساب کتاب و سبھا ہذا کے کاروبار اس سبھا کے مقاصد کے مطابق دیگر امورات کو ایمانداری - وفاداری - و جانفشانی سے بے دھڑک ہو کر غیر جانبدارانہ ہو و حصے اور بغض جذبات سے بالاتر ہو کر و ایشور پرائن ہو کر راگ و دویش سے رہت ہو کر فیصلہ کرنا و کرانا اور اس کا عملی ثبوت اس طرح بہم پہنچانا جس طرح نظام شمسی و سورج اپنے گنوں کی ذمہ داریوں سے خود بخود نظام شمسی کا و سورج کہلاتے ہیں - اور قائم رہ کر ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتے - مگر سب کا پر اُپکار کرتے رہتے ہیں -

قوم اور ملک کے درد اندیش - خیر خواہ جنہوں نے اس کتاب کے اندر برہمچریہ - تعلیم - سداچار بھگتی برہمن - کھشتری وغیرہ لفظوں کی تشریح کو بغور پڑھ لیا ہے - موجودہ بالا پانچ اصولوں کو بڑی گہری نظر سے دیکھیں گے اور ان کے اندر ہندی قوم اور ہندوستان کے جملہ بیماریوں و دکھوں کے علاج کو موجود پا دیں گے - اور اگر ملوثی کے تعلیم کے مطابق اپنے شہر کے اندر جملہ سوسائٹیاں آمد گرہی ہوں - مبتونی ہنستوں کی سبھا بنائیں گے اور اس سبھا کے مکھیہ لیڈر و دھکاری برہمن و کا گروہ بنا دیں گے - گو اں جنگجو و دھنوان مقرر کریں گے - تو مہان ہو جائیں گے - مہان ہو کر اپنے پروگرام و اپنے فوائد و مقاصد کے مدعا کے مطابق اگنی - وایو بجلی و دیگر دیوتاؤں کے گنوں کے حصول کے لئے جنگ کے دیوتا کو اپنا رہنما بنا لیویں گے - اور ان حاصل شدہ گنوں کی ذمہ داریوں سے اپنا اور لوگوں کا پر اُپکار کرتے جائیں گے - اور خود و دوسروں کو اپکار کے کرنے میں ماہی بے آب کی طرح بے تاب پائیں گے اور ان کی اور سب کی بود و باش و پوشاک جنگجو کی طرح نظر آئیگی - تو سمجھ لینا کہ ہم ترقی کر رہے ہیں -

آپس میں لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے کی ہتک کرنے دو آچکے، روحانی و دماغی خوراک دیکر لاکھوں لوگوں کو اکٹھا کرنے وان سے لاکھوں روپیہ جمع کرنے کی بجائے طور تن کے اصول کے مطابق ایمانداری و نیک نیتی سے جملہ لیڈر و سوسائٹیاں یکجا ہو کر اصول نمبر ۱ کے اندر دیئے ہوئے الشیوری گنوں کو سدھ کر لیونگے اور اصول نمبر ۲ کے اندر دیئے ہوئے ورن آشرم دھرموں سداچار دیوتاؤں کے گنوں کو حاصل کر لیونگے اور اصول نمبر ۳ کے اندر دیئے ہوئے طریقوں کے مطابق اصول نمبر ۴ میں دیئے ہوئے کاروبار کو کرنا شروع کر دیونگے۔ گویا خود گنوں شکتیوں اور ذمہ داریوں کو دھارن کر لیونگے اور لوگوں کو بھی اصول نمبر ۲ کے بموجب شکتی شالی بنا لیونگے اور اس طرح کرنے سے لیڈر و سوسائٹیاں مہان ہو جائینگی اور مہانتا سنوکھوں کو پرکٹ اور موکھوں کو ناش کر دیونگی۔

رام پرمیشور کا اوتار تھے اور رام پرمیشور نے سمندر کو تین دن لگاتار پرارتھنا کی تھی کہ وہ سمندر سے پار لنکا میں جانیکے لئے راستہ دیدے۔ اور سمندر نے ایک نہ مانی تھی مگر ایک بان کھا یعنی رام پرمیشور کی مہانتا دیکھ لینے کے بعد اس کو سمندر نے راستہ دیدیا تھا اسی طرح کرشن پرمیشور کا اوتار تھے اور کرشن پرمیشور نے گیتا کے دوسرے ادھیائے کے ذریعہ ارجن کو اپدیش پراپت ہو کر نشکام بھاؤ سے فرائض کے ادا کرنے کی تلقین کی اور ارجن نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ لڑائی کرنے سے سب بزرگ بڑے چھوٹے رشتہ دار مارے جاوینگے بعد عورتوں سے ورن سنکر اولاد پیدا ہوگی اور پتری لوگ دکھی ہو نرک جاوینگے اور ہم بھی نرک کے ادھکاری ہونگے۔ کرشن بھگوان نے فرمایا تھا کہ اے ارجن اپنے فرض کو ادا کر اور فرض کے ادا کرنے سے بہت بڑا پنیہ ہوگا جس سے نرک کی بجائے سورگ ملیگا اور اسی طرح بھگوان نے گیتا کے دس ادھیاؤں کے ذریعے اپدیش کیا اور ارجن نے کوئی نہ کوئی حجت کر کے کرشن بھگوان کو ٹالدیا تھا اور کرشن بھگوان نے گیارھویں ادھیائے کے ذریعے اپنی مہانتا یعنی ورا ٹ سروپ دکھایا اور ارجن نے مہانتا دیکھ کر آگیا سویکار کر لیا۔ اسی طرح گورو ہرگوبند جی و گورو گوبند سنگھ جی نے "پیری" کے علاوہ "میری" کو بھی اختیار کیا تھا۔ اور انہوں نے "پیری" کے علاوہ "میری" کی مہانتا بھی دکھلائی۔ مہانتا پر سنگٹھن ہوا تھا اور اب بھی جب سنگٹھن کر لیونگے اور انسانی اختیارات کو حاصل کر لیونگے اور ایشور کی کرپا اور پرسنتا کو حاصل کر مہانتا ثابت کر دیونگے۔ "پیری" "میری" و تجارتی شکتیوں کو حاصل کر لیونگے۔ تو آشا یہ کی جاتی ہے اور یقین بھی ہوتا

ہے۔ کہ ہم اپنی مادر وطن کے وفادار اور محب الوطن فرزند ہونے کا عملی ثبوت دیدینگے۔ دماغی
غلامی دور کر دیدینگے۔ پبلک دیانتداری اور ایمانداری۔ ڈسپلن تنظیم۔ کفایت شعاری
مجلسی۔ روحانی و سیاسی۔ بیداری پیدا کرلیوینگے۔ امولک آتم تیاگ سے پراچین سبھیتا
و کلچر کو دوبارہ حاصل کرلیوینگے شخصیت پسندی و علیحدگی پسندگی کی بجائے جماعتی
بڑھتی جاویگی۔ گراموں اور شہروں کے اندر لیڈر سے لیڈر نہیں لڑیگا اور ان کو نہ لڑ
دیکھ لوگ باہمی خانہ جنگی و نفاق کا خاتمہ کر دیوینگے۔ دھرم تعلیم قوم و ملک وغیرہ کے نام
دخرچ شدہ روپیہ قوم کے اندر واپس آنا شروع ہو جائیگا دھرم استھانوں اور تیر
کی مٹی پلید نہ ہوگی۔ ہندو ایک دوسرے سے انصاف اور رواداری شروع کر دیوینگے
عیسائی و مسلمان نہ بن جاویں! الغرضیکہ جب لیڈر و سوسائٹیاں و لوگ گنوان ہو
شکتی شالی بن جاوینگے اور ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنا شروع کر دینگے تو خود ایشور پراپ
پراپت کرلیوینگے اور دوسروں کو بھی ایشور پہ وشواس پراپت کرا دیوینگے۔ اور ہم
دماغی۔ اخلاقی جسمانی۔ تمدنی۔ معاشرتی معیار کو بلند کرلیوینگے اور بیکاری اور بے روزگار
دکھ اپنا منحوس چہرہ کبھی نہ دکھلائینگے۔ امن کا راج قائم ہو جائیگا اور یہی امیدیں ہیں
کہ پورن ہوں۔ پس آؤ ہم سب دوستانہ محبت و پریم سے آشرم و ورن دھرموں
بھگتی۔ رام نام و واہگورو کے جاپ کی جیا شکتیاں حاصل کریں و ذمہ داریاں حاصل کرا اور ان
ذریعے ایشور ودان خود بنکر اور دوسروں کو بھی ایشور پرائن ہو کر نشکام بھاؤ سے دوسر
بھلا و پر اپکار کریں اور انسان ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ جو انسانی زندگی کا مدعا ہے
حقیقی نجات و مکتی ہے: اوم شانتی! شانتی!! شانتی!!! ختم شد!

نامی پریس پٹیالہ اخبار سنتر میں لالہ ہزاری باہتمام ٹھاکر داس ولالہ گنیش داس آریہ میڈیا
پرنٹر و پبلشر چھپا:

